6 تا 12 مارچ 2008ء / 27 صفر تا 4 ربیع الاول 1429ھ

www.tanzeem.org

نئی حکومت کے لئے اصل چیلنج
توہین آمیز خاکوں کی اشاعت
کیا توقعات پوری ہوں گی؟
صدقہ وخیرات: حقدار کون؟
''ستارے کیا کہتے ہیں؟''
رسول اللہ ﷺ کا ہنستا مسکرانا
سلطان عبدالحمید خان کی ڈائری
ہماری سیاسی تاریخ کا المیہ
مینار سے نیچے اتر آؤ!
دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

ہم آزمائشوں کا مقابلہ کیسے کریں؟

چونکہ اسلامی تحریک آج مختلف قسم کے دباؤ اور چیلنجوں کا سامنا کر رہی ہے اور ہنگامہ دار و گیر اور غلغلہ رست خیز کا اسے تجربہ ہوتا جا رہا ہے، اس لئے یہ بہت ضروری ہے کہ وہ واضح راستوں پر چلے اور ہدایت وعلم کی روشنی میں اس کا سفر خوب نمایاں ہو۔ وہ دوسرے رُجحانات وخیالات، ہنگاموں اور عارضی اسباب وذرائع سے متاثر نہ ہو اور جلد منزل تک پہنچنے کے لئے جست لگانے کی کوشش نہ کرے۔

دورِ جدید کی تحریک اسلامی کو چاہیے کہ وہ اپنے کارکنوں اور داعیوں میں ایثار وقربانی کی روح پھونکے، انہیں وقتاً فوقتاً ایسی ذمہ داریاں اور فرائض سونپے جو انہیں زمانے کے مقابلے میں جرأت وشجاعت، اقدام اور قربانی کا عادی بنا سکیں، اور ان کے دلوں سے کمزوری، خوف اور شکست کے عوامل کا استیصال کر سکیں۔

اسلامی تحریک کو تربیت اور تعمیر کے مختلف میدانوں میں ذمہ داری کی عظمت اور اس کے لئے درکار صلاحیت کو ملحوظ رکھنا ہوگا اور اُن خطرات ومصائب کی ابھی سے تیاری کرنی ہوگی جو اس ذمہ داری میں پوشیدہ ہیں اور جن کی تحریک اور اس کے افراد بہرحال منتظر رہتے ہیں۔ ان کو ہر طرح سے مجاہدہ اور کشمکش اور آزمائش کے لئے تیار کرنا ہوگا اور دنیوی ساز وسامان اور نقش ونگار سے نفرت اور سادگی وفقر کی زندگی کا عادی بنانے کی جدوجہد کرنی ہوگی۔

اس مرحلہ میں اسلام پختہ وجرأت مند متحرک عناصر کا شدت سے حاجت مند ہے۔ رہے مضمحل اور بزدل عناصر تو جس معرکے سے اسلام آج گزر رہا ہے اس میں ان کی کوئی ضرورت نہیں۔

تحریک اسلامی

استاذ فتحی یکن

الہدیٰ (311)

سورۃ الانعام

(آیات: 99، 100)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿وَهُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْۤا اِلٰى ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝﴾

”اور وہی تو ہے جو آسمان سے مینہ برساتا ہے۔ پھر ہم ہی (جو مینہ برساتے ہیں) اس سے ہر طرح کی روئیدگی اُگاتے ہیں۔ پھر اُس میں سے سبز سبز کونپلیں نکالتے ہیں۔ اور ان کونپلوں میں سے ایک دوسرے کے ساتھ جُڑے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے گابھے میں سے لٹکتے ہوئے گچھے اور انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں اور نہیں بھی ملتے۔ یہ چیزیں جب پھلتی ہیں تو اُن کے پھلوں پر اور (جب پکتی ہیں تو) اُن کے پکنے پر نظر کرو۔ اُن میں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں (قدرت اللہ کی بہت سی) نشانیاں ہیں۔ اور اُن لوگوں نے جنوں کو اللہ کا شریک ٹھہرایا۔ حالانکہ اُن کو اُسی نے پیدا کیا اور بے سمجھے (جھوٹ بہتان) اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بنا کھڑی کیں۔ وہ ان باتوں سے جو اُس کی نسبت بیان کرتے ہیں پاک ہے اور (اُس کی شان اُن سے) بلند ہے“

وہی ہے جس نے آسمان یعنی بلندی سے پانی اتارا اور اس پانی کے ذریعے ہر طرح کی نباتات نکالی، اناج پیدا کیا، جس کے دانے بالیں میں تہ بہ تہ جُڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ پھر کھجور کے گابھے میں سے خوشے نکلتے ہیں جو لٹکے ہوتے ہیں۔ اُس نے انگوروں کے باغات بنائے اور زیتون اور انار پیدا کئے۔ ان میں سے ایسے بھی جو رنگ روپ میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ اور ایسے بھی کہ جو ملتے جلتے نہیں۔ تو پھل جب پکتا ہے تو اُس کے پکنے کا یہ عمل تدریجاً ہوتا ہے۔ یقیناً اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لانا چاہیں یا جن کے پاس تھوڑا بہت ایمان ہے۔ اگر ان آیات پر غور کریں گے تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوگا اور جن کے دلوں میں طلب ہدایت ہے انہیں ان نشانیوں سے ایمان کی دولت نصیب ہو جائے گی۔

اور انہوں نے جنوں کو اللہ کا شریک بنالیا ہے حالانکہ ان کو بھی اللہ نے پیدا کیا ہے جس طرح انسانوں کو اور فرشتوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی مخلوق ہونے میں دونوں برابر ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ جنات آگ سے پیدا کئے گئے اور طبعی طور پر ان کو ایسا پیدا کیا گیا ہے کہ ان کی رسائی بہت دور دراز تک ہے۔ انسانوں نے بلین اور ٹریلین ڈالر خرچ کر کے خلائی گاڑیاں بنائیں مگر جہاں تک یہ گاڑیاں پہنچتی ہیں اس سے کہیں آگے پہنچنے کی طبعی صلاحیت جنات میں موجود ہے۔ لیکن اس کے باوجود بہرحال وہ بھی مخلوق ہی تو ہیں۔ اسی طرح فرشتے بھی مخلوق ہیں۔ مگر لوگوں نے جنات کو اللہ کے ساتھ شریک بنالیا۔ حالانکہ اللہ نے ان کو پیدا کیا۔ اور انہوں نے اُس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں گھڑلی ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا کہا اور حضرت عزیرؑ کو بھی بیٹا کہا اور فرشتوں کو بیٹیاں بنادیا۔ اس کے لئے ان کے پاس کوئی علمی بنیاد اور دلیل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تو (ہر کمزوری سے) پاک ہے اور ان چیزوں سے بلند و بالا ہے جو یہ بیان کرتے ہیں۔

فرمانِ نبویؐ

دعوت کے آداب

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((مَنْ دَخَلَ عَلٰی غَیْرِ دَعْوَۃٍ دَخَلَ سَارِقًا وَخَرَجَ مُغِیْرًا)) (رواہ ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص بن بلائے کسی دعوت میں جائے وہ خانۂ دعوت میں چور بن کر جاتا ہے اور لٹیرا بن کر واپس آتا ہے۔“

تشریح: اسلام میں دوست احباب کو دعوت پر بلانا پسندیدہ ہے اس سے آپس میں محبت بڑھتی اور تعلقات مضبوط ہوتے ہیں۔ مگر اس بات کی اجازت نہیں کہ بن بلائے کسی کے ہاں دعوت میں شرکت کی جائے۔ یہ اخلاق سے گری ہوئی بات ہے اور پھر اس سے کئی طرح کے انتظامی مسائل اور پریشانیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کو چور اور لٹیرا قرار دیا ہے جو بن بلائے کسی کے مہمان بن جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نئی حکومت کے لئے اصل چیلنج: قیامِ عدل

انتخابات ہو چکے، انتقالِ اقتدار کے مراحل طے ہو رہے ہیں۔ سرکاری نتائج کا اعلان اور کامیاب ممبرانِ اسمبلی کا نوٹیفکیشن جاری ہو چکا ہے۔ مرکز میں پاکستان پیپلز پارٹی اگرچہ سادہ اکثریت حاصل نہیں کر سکی، لیکن سنگل لارجسٹ پارٹی کی حیثیت سے سامنے آئی ہے۔ دوسرے نمبر پر آنے والی مسلم لیگ (ن) نے حکومت سازی پیپلز پارٹی کا حق قرار دیتے ہوئے اُسے تعاون کی یقین دہانی کرائی ہے، لہٰذا یہ امر طے شدہ ہے کہ وزیراعظم پاکستان پیپلز پارٹی سے ہوگا۔ وزیراعظم کے لئے جو امیدوار سامنے آئے ہیں، اُن میں امین فہیم، یوسف رضا گیلانی، شاہ محمود قریشی اور احمد مختار نمایاں ہیں۔ امین فہیم کا تعلق سندھ سے اور بقایا تینوں امیدوار پنجاب سے تعلق رکھتے ہیں۔ پہلے تینوں جاگیردار اور وڈیرے کہلائیں گے، جبکہ احمد مختار ایک ممتاز صنعت کار خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

ہم نے عرض کیا تھا آیا حکومت کی تبدیلی عوام کی زندگیوں میں تبدیلی لا سکے گی۔ جواب یہ ہے کہ کوئی واضح اور دوٹوک تبدیلی ممکن نہیں۔ کسی بھی مرض کے علاج سے پہلے گہری اور ماہرانہ تشخیص لازم ہے۔ پاکستان کا اصل مرض کیا ہے؟ ایک جملہ میں یہ ہے، عدل کا فقدان بلکہ عدل کا ناپید ہو جانا اور ظلم کا عام ہونا۔ یہ وہ دیمک ہے جو معاشرے کو اندر سے کھوکھلا کر دیتی ہے۔ ظلم سے معاشرہ اپنے گرد ایسا جال بُن لیتا ہے کہ افراد اُس میں پھڑپھڑاتے اور تڑپتے رہتے ہیں، لیکن بچ نکلنے کا راستہ نہیں پاتے۔ معاشرہ مختلف طبقات میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ طبقاتی سطح پر ہر کمزور اپنے سے قوی کے ظلم پر چیختا اور چلاتا ہے لیکن یہی ظلم اپنے سے کمزور پر روا رکھتا ہے۔ ظلم کا توڑ عدل سے کرنے کی بجائے اور رات کے اندھیرے کو طلوعِ صبح سے روشن کرنے کی بجائے ظلم تہہ در تہہ چھائے جا رہا ہے۔ جیسے کسی بے چاندرات کو گہرے سیاہ بادل آسمان کو ڈھانپ دیں، تو ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا۔ اِسی طرح جب کوئی معاشرہ ظلم کدے میں تبدیل ہو جاتا ہے، تو اِس تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے زور آور ظلم کو عدل کا نام دے کر تحسین وصول کرتا ہے۔ ہم معاشی، سیاسی اور سماجی لحاظ سے دیوالیہ ہو چکے ہیں۔ اِس پس منظر میں کوئی وڈیرہ، جاگیردار یا بڑا صنعتکار وزیراعظم بن جائے گا تو عدل کیسے قائم ہوگا، شب کی تاریکی کیسے چھٹ جائے گی، صبحِ نو کیسے طلوع ہو جائے گی۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے ہم ججوں کی بحالی کا مقدمہ اُن ججوں کی عدالت میں دائر کر دیں جنہیں ججوں کی معزولی کی وجہ سے جج یا چیف جج بننے کا موقع میسر آ گیا۔

بہرحال پُرامن اور کسی حد تک شفاف انتخابات نے ہمیں کسی فوری حادثے سے بچا لیا ہے۔ ہماری رائے میں ہمیں معجزاتی طور پر مہلت میسر آئی ہے، لیکن معجزے روز روز نہیں ہوا کرتے۔ اِس مہلت سے بھرپور فائدہ اٹھایا جانا چاہیے۔ ظلم کو عدل کی تلوار سے نیست و نابود کرنے کی پلاننگ کرنا ہوگی۔ عدل کیسے قائم ہوگا؟ جیسے یورپ نے کیا ہے کہ اپنی سوچ اپنی فکر کو خالصتاً قومی کر لیا جائے، ساری قوم کے لئے ایک قانون ہو، عدالتیں اپنے شہریوں کو بلا امتیاز انصاف مہیا کریں، حکومت اپنے شہریوں کو یکساں مواقع فراہم کرنے کی پابند ہو، اپنے قومی مفاد پر ہر آن نظر رکھو، چاہے کسی غیر قوم سے کتنا بڑا ظلم کرنا پڑے۔ کیا کسی اسلامی ریاست کو اِس نوع کا عدل زیب دیتا ہے۔ دوسرا انداز یہ ہے کہ اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کو دل و جان سے تسلیم کیا جائے اور نافذ بھی کیا جائے جو مالک نے انسان کی دنیا و آخرت دونوں کو مدنظر رکھ کر ترتیب دیا ہے، جس میں غیر مسلم کے لئے بعض قوانین تو یقیناً الگ ہیں لیکن غیر مسلم پر کسی نوع کا ظلم کرنے کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں بلکہ اُن کی عبادت گاہوں کی حفاظت اسلامی ریاست کا فرض قرار دیا گیا اور "لا اکراہ فی الدین" کا قانون قرآن میں ←

تا خلافت کی بِنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

جلد 17
6 تا 12 مارچ 2008ء
27 صفر تا 4 ربیع الاول 1429ھ
شمارہ 10

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیرِ مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو لاہور۔ 54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقامِ اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا------------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

وضع کر کے تلوار کی نوک پر مذہب تبدیل کرانے کی ممانعت کردی گئی۔ ہر مسلمان کے لئے دوسرے مسلمان کی جان، مال اور عزت حرام قرار دے کر عدل پر مبنی معاشرے کی بنیاد فراہم کردی۔ اِس دوسرے انداز سے عدل کا قیام ہی وہ واحد راستہ ہے جو پاکستان کو بقا کا ضامن اور استحکام کا باعث بن سکتا ہے۔

اب رہ گئی بات کہ نظام عدل اجتماعی پانے کے لئے کون سا راستہ یا ذریعہ اختیار کیا جائے۔ ہماری رائے میں تو یہ منزل صرف منہج نبوی ﷺ اختیار کرنے سے پائی جاسکتی ہے، لیکن ہم برملا اعلان کرتے ہیں کہ قرآن وسنت پر مبنی نظام عدلِ اجتماعی کسی دوسرے طریقے سے بھی نافذ ہوگیا تو ہمارا رویہ یہ ہوگا کہ ہمیں پھل کھانے سے غرض ہے، پیڑ گننے سے نہیں، لہٰذا جو لوگ جمہوری، آئینی اور پارلیمانی ذرائع سے اسلام کا نفاذ کرنے کی کوشش کریں گے، ہم اُن کے راستے کی کبھی رکاوٹ نہیں بنیں گے بلکہ اگر ممکن ہوا تو اُنہیں مدد بھی فراہم کریں گے۔ البتہ خود بحیثیت جماعت اسلام کے نفاذ کے لئے منہج نبوی پر ہی رواں دواں رہیں گے۔

بعثتِ انبیاء و رسل کا اساسی مقصد ——— اور
بعثتِ محمدی کی تمامی و تکمیلی شان ——— نیز
اِنقلابِ نبوی کا اساسی منہاج ———
ایسے اہم موضوعات پر
——— ڈاکٹر اِسرار احمد ———
کی
حد درجہ جامع تصنیف
نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت
کا مطالعہ کیجئے
اشاعتِ خاص -/40 روپے
اشاعتِ عام -/20 روپے
(علاوہ ڈاک خرچ)
مکتبہ خدام القرآن لاہور
36 کے، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 3-5869501

پروانہ اور جگنو

بالِ جبریل

پروانہ

پروانے کی منزل سے بہت دُور ہے جگنو
کیوں آتشِ بے سوز پہ مغرور ہے جگنو

جگنو

اللہ کا سو شکر، کہ پروانہ نہیں میں
دریوزہ گرِ آتشِ بیگانہ نہیں میں

یہ مختصر سی نظم صرف دو اشعار پر مشتمل ہے، جس میں اقبال نے اپنے فلسفے کے ایک پہلو کو بڑی خوبی کے ساتھ واضح کیا ہے، یعنی دوسروں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنا، خودی کے حق میں موت ہے۔ اقبال نے "اسرارِ خودی" میں اِس موضوع پر ایک مستقل باب باندھا ہے، جس کا عنوان ہے:

"دربیان اینکہ خودی از سوال ضعیف می گردد"۔ اِس بات کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی خودی کے استحکام کا آرزو مند ہو تو اُسے دریوزہ گری سے مکمل اجتناب لازم ہے۔ دوسرے لفظوں میں، خودی کی شریعت میں سوال کرنا، دوسروں کے سہارے زندگی بسر کرنا، دوسروں سے توقع کرنا، دوسروں کا احسان لینا، دوسروں کی طرف دیکھنا۔ یہ سب باتیں خودی کے لئے موت ہیں:

اے طائرِ لاہوتی، اُس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو، پرواز میں کوتاہی

اقبال نے اِسی نکتے کو پروانے اور جگنو کے مکالمے سے واضح کیا ہے۔ اس میں ایک مکالمہ پروانے کا ہے اور دوسرا جگنو کا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ محض ایک ایک شعر میں انھوں نے اِن دونوں کی فطرت اور کردار کا حکیمانہ انداز میں تجزیہ کیا ہے۔

جگنو کو مخاطب کرتے ہوئے پروانہ کہتا ہے کہ میری فطرت تو شمع کی روشنی پر قربان ہو کر مر مٹنے کی ہے، جبکہ تجھ میں ایسی صلاحیت موجود نہیں ہے۔ تیرے پروں سے تو ایسی آگ برآمد ہوتی ہے جس میں حدت نہیں ہے۔ تیری آتش میں "سوز" یا حرارت نہیں ہے، اس لیے تُو پروانوں کا محبوب نہیں بن سکتا۔

پروانے کی یہ الزام تراشی سُن کر، جگنو کسی قسم کی برہمی کا اظہار کیے بغیر، پروانے سے کہتا ہے کہ تُو محض روشنی پر جل مرنے پر نازاں ہے۔ اسی باعث میں پروردگار کا شکر گزار ہوں کہ اُس نے مجھے تجھ جیسا نہیں بنایا۔ میں تو اپنی روشنی سے فضا کو منور کرتا ہوں اور تیری طرح دوسروں کی روشنی پر مر مٹنے کا قائل نہیں۔ میں تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اُس نے مجھے پروانہ نہیں بنایا، ورنہ میں بھی تیری طرح "آتشِ بیگانہ" کے لیے دوسروں کا طواف کرتا، یعنی میری "آتشِ بے سوز" بہرحال "آتشِ بیگانہ" سے بہتر ہے۔

صیہونی سازش کا شاخسانہ

توہین رسالت پر مبنی خاکوں کی اشاعت

ڈنمارک سے سفارتی اور تجارتی تعلقات منقطع کیے جائیں

وقت آ گیا ہے کہ مسلمان خوابِ غفلت سے بیدار ہوں، مغرب کی دجالی تہذیب کے مقابلے میں اسلامی تہذیب کے احیا اور دینِ حق کی شہادت و اقامت کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں اور توانائیاں وقف کر دیں

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید کے 29 فروری 2008ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیاتِ قرآنی کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! ڈنمارک کے اخبارات میں ایک مرتبہ پھر نبی اکرم ﷺ کے توہین آمیز خاکے شائع کر دیے گئے ہیں۔ جس سے دنیا بھر کے مسلمان شدید اضطراب میں مبتلا ہیں۔ چنانچہ اس شیطانی فعل کے خلاف مظاہرے ہو رہے ہیں اور غم و غصہ کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ یہ شنیع حرکت پہلی بار نہیں ہوئی، بلکہ ایک عرصے سے مغرب کے جنونی اور انتہا پسند مسلمانوں کو کچوکے لگا رہے ہیں۔ سب سے پہلے گوانتا نامو بے کے امریکی عقوبت خانے، بگرام ائربیس اور ابوغریب جیل میں قرآن حکیم کی بے حرمتی کی گئی، تاکہ وہاں موجود مسلمان مجاہدین کو شدید ذہنی اذیت پہنچائی جا سکے۔ اڑھائی سال پہلے 30 دسمبر 2005ء کو ڈنمارک کے اخبار جیلنڈز پوسٹن نے آپ ﷺ کی توہین پر مبنی خاکے شائع کیے تھے، جس پر عالم اسلام میں شدید احتجاج ہوا تھا۔ اِس گھناؤنے فعل پر صلیبی اور صیہونی دنیا نے بدترین تعصب اور حد درجہ ڈھٹائی کا مظاہرہ کیا تھا۔ بجائے اِس کے کہ ہر جانب سے اِس کی مذمت کی جاتی، کہ اِس سے دنیا کے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے، آزادیٔ اظہارِ رائے کی آڑ میں اِس کا دفاع کیا گیا، اور یورپ کے دیگر ممالک اور امریکہ کے بہت سے اخبارات نے بھی ڈنمارک کی تقلید کرتے ہوئے یہ خاکے شائع کر دیے تھے۔ حال ہی میں گارڈین اخبار نے یہ خبر دی ہے کہ ڈنمارک نے اُن توہین آمیز خاکوں کی اصل کاپیوں کو اپنی قومی لائبریری میں تحقیقی مقاصد کے لئے اور آثارِ قدیمہ کے طور پر محفوظ بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ مسلمانوں کے جذبات کو شدید طور سے مجروح کر دینے والا ایسا ہی قدم کچھ عرصہ پہلے حکومت برطانیہ نے اُٹھایا۔ اُس نے شاتم رسول ملعون سلمان رشدی کو ”سر“ کا خطاب دے دیا۔ اس پر پوری دنیا کے مسلمانوں نے احتجاج کیا اور مطالبہ کیا کہ رشدی سے یہ خطاب فی الفور واپس لیا جائے، مگر ہماری صدا صدا بصحرا ثابت ہوئی۔ حکومت برطانیہ نے ایسے کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

یہ صورتحال ہم سب کے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔ مقام غور ہے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ اس کا مقصد کیا ہے؟ سیدھی سی بات ہے کہ یہ حق کے خلاف باطل کی یلغار ہے، اور حق و باطل کی کشمکش نئی بات نہیں، بلکہ روزِ اول سے چلی آ رہی ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

نبی اکرم ﷺ کے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت اور قرآن حکیم کی بے حرمتی جیسی حرکات مسلمانوں کے خلاف باطل کی اُس جنگ کا حصہ ہیں، جو آج کئی محاذوں

نبی اکرم ﷺ کے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت اور قرآن حکیم کی بے حرمتی جیسی حرکات مسلمانوں کے خلاف باطل کی اُس جنگ کا حصہ ہیں، جو آج کئی محاذوں پر لڑی جا رہی ہے

پر لڑی جا رہی ہے۔ ایک محاذ عسکری ہے۔ اِس محاذ پر امریکہ صیہونیت کا ایجنٹ اور آلۂ کار بن کر برسرپیکار ہے، اور دیگر صلیبی دنیا اُس کی حلیف ہے۔ افغانستان اور عراق کے خلاف ننگی جارحیت اِس کی مثالیں ہیں۔ دوسرا محاذ تہذیب و ثقافت کا ہے۔ یہاں بھی میڈیا کی طاقت اور مسلم دنیا میں اپنے منظورِ نظر حکمران ٹولے کے ذریعے مغرب کی دجالی تہذیب کو بزور مسلط کیا جا رہا ہے، اور اسلامی تہذیب اور اُس کی اعلیٰ اقدار کو جڑ سے اکھیڑ دینے کی سازش کی جا رہی ہے۔ اِس کی نمایاں مثال مملکت خداداد پاکستان ہے، جہاں پرویز مشرف کی جرنیلی جمہوریت کے دور میں حدود آرڈیننس کو تبدیل کر دیا گیا، اس مقصد کے لئے تحفظ حقوق نسواں بل کے نام سے ایک ایسا قانون بنایا گیا، جس کے ذریعے مغرب کی بے حیا، مادر پدر آزاد ثقافت کے فروغ کا راستہ ہموار کیا گیا اور زنا کی سزا کا خوف ختم کر کے بے حیائی اور بدکاری پھیلانے کی تدبیر کی گئی۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ یہ بل اِس کے باوجود پاس کر دیا گیا کہ اُسے تمام مکاتب فکر کے علماء نے متفقہ طور پر غیر اسلامی اور غیر شرعی قرار دیا تھا۔ مسلم دنیا کے حالات سے عیاں ہے کہ آج تہذیبی و ثقافتی محاذ پر بھی باطل کو اُس پر برتری حاصل ہے۔ چنانچہ ہر جگہ مغربی تہذیب کا غلغلہ ہے اور اسلامی تہذیب و ثقافت اور اُس کی درخشندہ اقدار رخصت ہو رہی ہیں۔ بقول اقبال آج ہمارا حال یہ ہے کہ۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں کہ جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

تیسرا محاذ فکری اور نظریاتی ہے۔ بدقسمتی سے اِس محاذ پر بھی اسلام دشمن فاتح دکھائی دے رہے ہیں۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ہم مسلمان کہ جن کے پاس اعلیٰ ترین فکر اور بہترین نظامِ زندگی موجود ہے، مغربی فکر اور فلسفۂ زندگی سے نہ صرف متاثر اور مرعوب ہیں، بلکہ مغلوب ہو چکے ہیں۔

دیکھئے، اسلامی فکر کا حاصل یہ ہے کہ کائنات کا خالق، مالک اور کارساز اللہ تعالیٰ ہے۔ تمام طاقت اور اختیارات اُسی کے ہاتھ میں ہیں۔ زندگی موت، عزت و ذلت، غربت و تونگری دینے والا وہی ہے۔ یہ دنیا عالمِ اسباب ہے، مگر اسباب اُسی کے پیدا کردہ ہیں۔ وہ مسبب الاسباب ہے۔ انسان کا یقین اسباب کی بجائے مسبب الاسباب پر ہونا چاہیے...... دوسرے یہ کہ انسان اپنی عقل سے اپنے اور سماج کے لئے ضابطۂ حیات نہیں بنا سکتا۔ وہ ہدایت کا محتاج ہے۔ چنانچہ اُس کی اِس ضرورت کو پورا

کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں نبی اور رسول بھیجے اور کتابیں نازل کیں تاکہ اُسے وہ نظام زندگی ملے، جس پر چل کر وہ دنیا اور آخرت میں سرخرو ہو سکے۔ اِس سلسلے کی آخری کتاب قرآن حکیم ہے، جو آسمانی ہدایت کا کامل ترین ایڈیشن ہے، اور آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اب رہتی دنیا تک کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہی انسانیت کے لئے رہنمائی کا سامان ہے، جس کی پیروی سے انسانیت اپنے دکھوں کا مداوا کر سکتی ہے اور اُخروی فوز وفلاح سے ہمکنار ہو سکتی ہے۔ اِسی سے معلوم ہوگا کہ فردی زندگی کن خطوط پر استوار ہونی چاہیے، حقوق اللہ کیا ہیں، حقوق العباد کیا ہیں، معاشرہ اور اُس کی اقدار کیا ہونی چاہئیں، معاشی نظام کیا ہونا چاہیے، سیاسی نظام کے رہنما اصول کون سے ہوں گے وغیرہ...... تیسرے یہ کہ دنیا متاعِ غرور ہے۔ یہ دار الامتحان ہے، دار الجزاء نہیں، لہٰذا انسان اِس کو اپنی منزل نہ بنائے، کہ اِسی کا ہو کر رہے۔ بلکہ اس مہلت عمر کو آخرت بنانے کے لئے استعمال میں لائے، جو اُس کا اصل مستقبل اور کامیابی وناکامی کا حقیقی مقام ہے۔ آخرت کی کامیابی اصل کامیابی اور وہاں کا خسارا اصل خسارا ہے۔ اِسی لئے قرآن کہتا ہے کہ ”لوگو اللہ سے ڈرو اور تم میں سے ہر شخص یہ دیکھے کہ اُس نے کل (آخرت) کے لئے کیا سامان کیا ہے۔“

اسلامی فلسفۂ حیات کے مقابلے میں مغرب کا تصورِ زندگی ہے، جو خالص مادہ پرستانہ تصور ہے۔ اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ ع بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست۔ انسان کے پاس جو صلاحیتیں اور استعدادات ہیں، اُسے چاہیے کہ انہیں اپنی دنیا سنوارنے میں کھپا دے۔ آخرت، حلال وحرام کا خیال دل سے نکال دے کہ یہ زندگی کا مزہ کرکرا کرنے والے تصورات ہیں۔ شرم وحیا اور ستر وحجاب سے کنارہ کشی اختیار کرے۔ روئے زمین پر مخلوط معاشرت ہونی چاہیے۔ عورتوں اور مردوں کا آزادانہ اختلاط ہو، اِسی سے زندگی کی رنگینی ہے۔ کسی مرد کو اِس بات کی چنداں پروا نہ ہو کہ اُس کی بیوی اور بیٹیاں کیا کر رہی ہیں۔ وہ جو چاہیں کریں، اُن کی آزادی میں اُسے مخل نہیں ہونا چاہیے کہ یہی رواداری کا تقاضا ہے۔ اگر کوئی ایسا نہیں کرتا تو وہ انتہا پسند اور تنگ نظر ہے، جس کا جدید دنیا میں کوئی مقام نہیں، اُسے کوئی پسند نہیں کر سکتا...... اگر ہم گہرائی میں جائزہ لیں، تو یہی فلسفۂ زندگی آج روئے زمین پر غالب ہے۔ بحیثیت مجموعی مسلم دنیا بھی اِسے اختیار کر چکی ہے، یا کرتی چلی جا رہی ہے۔ ہماری زندگی کا ایک ایک لمحہ اسی کی گواہی دیتا ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ آج ہمارا یقین اللہ تعالیٰ کی بجائے اسباب پر ہو گیا ہے، دولت اور دنیا کی محبت ہمارے دلوں میں گھر کر چکی ہے اور اللہ کی محبت اور اُس پر بھروسے سے دل خالی ہو چکے ہیں۔ دنیا کی کامیابی، ترقی شہرت اور سربلندی ہمارا ہدف بن چکی ہے۔ اگرچہ ہم میں ابھی کچھ لوگ ضرور ایسے ہیں کہ ؂

خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ
کرتے ہیں اشک سحر گاہی سے جو ظالم وضو

مگر مجموعی طور پر مسلمان فکری یا عملی طور پر مغرب کے مادہ پرستانہ تصورِ زندگی کو اپنا چکے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ شیطان اور ابلیس کے یہودی ایجنٹوں کی کامیابی ہے۔

یہودی اِس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ مسلمان اپنی تمام تر عملی کوتاہیوں اور اسلام اور اُس کی روشنی کی تعلیمات سے بے گانگی کے باوجود ایک قوت سے ابھی تک مالا مال ہیں اور وہ اپنے عظیم المرتبت نبیؐ اور رفیع الشان کتاب سے بے پناہ عقیدت اور بے انتہا جذباتی وابستگی ہے۔ لہٰذا اب وہ اس کوشش میں ہیں کہ مسلمانوں کے دلوں سے دینی غیرت وحمیت، نبیؐ سے محبت وعقیدت اور

پریس ریلیز 2 مارچ 2008ء

علماء کرام اپنی مجتہدانہ بصیرت کے ساتھ جاگیرداری اور غیر حاضر زمینداری نظام کے خاتمہ کے لئے جدوجہد کریں

سودی معیشت سے چھٹکارا پائے بغیر عوام کو مہنگائی اور بے روزگاری کے عذاب سے نجات نہیں مل سکتی

ڈاکٹر اسرار احمد

پاکستان میں حالیہ پُر امن انتخابات کا قیام کسی معجزے سے کم نہیں۔ وکلاء کی عظیم تحریک اور انتخابات کا بخیریت انعقاد مایوسی کے اندھیاروں میں اُمید کی روشن کرنیں ہیں۔ تاہم یہ اُمید افزا صورت حال مسلمانان پاکستان کی امتحانی مہلت میں توسیع کے مترادف ہے اور اگر ہم نے اس مہلت سے فائدہ نہ اُٹھایا تو عذاب الٰہی کے کوڑے سے نہ بچ سکیں گے۔ یہ بات بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے قرآن آڈیٹوریم لاہور میں ایک اجتماع سے خطاب کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان ایک نظریاتی مملکت کی حیثیت سے وجود میں آیا تھا لیکن ہم اکسٹھ سال گزرنے کے باوجود یہاں اسلام کا عادلانہ نظام قائم نہ کر سکے، چنانچہ سزا کے طور پر ہم آزاد اور خود مختار ملک کی حیثیت سے اپنا وجہ جواز کھو چکے ہیں۔ اپنی نظریاتی اساس مضبوط نہ کرنے کے باعث ہم اس درجہ کمزور ہو چکے ہیں کہ بیرونی دشمن بھی پاکستان کا نام ونشان مٹانے کے درپے ہے۔ ان حالات میں ہمیں جو مہلت ملی ہے اس سے بھرپور فائدہ اُٹھانے کے لئے ضروری ہے کہ پاکستان کو مثالی اسلامی فلاحی ریاست بنانے کی طرف پیش قدمی کی جائے۔ اس کام کے لئے علماء کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ انہوں نے علماء کرام سے گذارش کرتے ہوئے کہا کہ وہ اپنی مجتہدانہ بصیرت کے ساتھ جاگیرداری اور غیر حاضر زمینداری نظام کے خاتمہ کے لئے جدوجہد کریں۔ جاگیرداری وہ ظالمانہ نظام ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے عادلانہ معاشرے کا قیام ممکن نہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ جب تک جاگیرداری ختم نہ ہوگی پاکستان میں حقیقی جمہوریت بھی بحال نہیں ہو سکتی کیونکہ سیاسی نظام نسل در نسل باپ سے بیٹے اور پھر پوتے کو منتقل ہوتا رہے گا۔ اس طرح سودی معیشت سے چھٹکارا پائے بغیر عوام کو مہنگائی اور بے روزگاری کے عذاب سے نجات نہیں مل سکتی۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کی نظریاتی بنیادوں کو مضبوط کیے بغیر عدلیہ کی بحالی کے باوجود پاکستان مستحکم نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا باشعور پڑھے لکھے افراد اور علمائے کرام کو چاہئے کہ جو سفر قرار دادِ مقاصد سے شروع ہوا تھا اس کو آگے بڑھائیں اور قرار دادِ مقاصد کو سپریم لاء بنانے اور فیڈرل شریعت کورٹ کے دائرہ کار کو بڑھانے کے لئے جدوجہد کریں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کو حقیقی اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لئے نبی اکرم ﷺ کے منہاج کے مطابق جدوجہد کرنا ضروری ہے۔ اس نبویؐ انقلاب کے نتیجے میں جاگیرداری اور سودی معیشت سے خود بخود چھٹکارا مل جائے گا۔ اگر ہم نے اس طرف توجہ نہ دی تو پاکستان کی مشکلات میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت)

قرآن کے احترام کے جذبہ کو ختم یا کمزور کر دیا جائے۔ اِس سے پہلے وہ یہ کام عیسائی دنیا میں کامیابی سے انجام دے چکے ہیں۔ انہوں نے اپنی مذموم کوششوں اور گمراہ کن افکار سے عالم عیسائیت میں ایک ایسا ماحول پیدا کر دیا ہے جس میں دینی حمیت کو جذباتیت کا مظہر سمجھا جاتا ہے اور کوئی شخص خواہ کسی عظیم المرتبت ہستی کے بارے میں بھی نازیبا کلمات کہے، اِسے آزادیٔ اظہار قرار دیا جاتا ہے۔ اِس کا نتیجہ ہے کہ عیسائی دنیا میں آج ایسے لوگ بھی ہیں جو حضرت عیسیٰؑ کے متعلق ایسے ایسے الفاظ کہتے ہیں، جنہیں ہم زبان پر بھی نہیں لا سکتے، مگر اُن کے خلاف صدائے احتجاج بلند نہیں ہوتی...... یہودی یہ چاہتے ہیں کہ عیسائیوں کی طرح مسلمان بھی دینی غیرت سے محروم ہو جائیں۔ اُن کے عظیم المرتبت نبی اور جلیل القدر کتاب کے بارے میں کیسے ہی گھناؤنے خیالات پیش کیے جائیں، وہ اُن پر خاموش رہیں اور اِس مجرمانہ خاموشی کو رواداری کا تقاضا سمجھیں، حالانکہ یہ دینی حوالے سے سخت درجے کی بے حمیتی ہے، اور ایمان کے یکسر منافی ہے۔ آج قرآن حکیم کی توہین اور نبی اکرم ﷺ کی شان میں مجرمانہ گستاخی اِسی یہودی سازش کے تحت ہو رہی ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے اندر ایسے لوگ پیدا ہو رہے ہیں جو برملا کہتے ہیں کہ سلمان رشدی پر ہمیں اعتراض نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ یہ جذباتیت کا مظہر ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیے۔ یہودیوں کی اِس ابلیسی گیم کا ایک اور نتیجہ یہ بھی نکل رہا ہے کہ پہلے کے مقابلے میں عوامی احتجاج میں بتدریج کمی آ رہی ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کی طرف سے جو احتجاج پہلی بار خاکے شائع کیے جانے پر ہوا تھا، اُس طرح کا احتجاج اب کی بار نہیں ہوا۔

یہودی مسلمانوں میں دینی حمیت کو ختم کرنے کی سعی مذموم اِس لیے کر رہے ہیں، تاکہ مستقبل کے اپنے عزائم کے راستے کی رکاوٹیں دور کر سکیں۔ وہ گاہے گاہے ایسی حرکات سے ہماری غیرت وحمیت اور نبض چیک کر رہے ہیں، اور یہ معلوم کر رہے ہیں کہ ہم میں کتنی جان باقی ہے، ہم کتنا احتجاج کر سکتے ہیں، اور یہ کتنا مؤثر ہو سکتا ہے۔ اُن کی دیرینہ منصوبہ بندی ہے، جس کے تحت انہوں نے مسجد اقصیٰ کو شہید کرنا ہے اور وہاں تھرڈ ٹیمپل تعمیر کرنا ہے۔ پھر یہ گریٹر اسرائیل کا قیام بھی اُن کے پیش نظر ہے، اور گریٹر اسرائیل اُن تمام علاقوں پر مشتمل ہو گا جن پر یہودیوں کی عظیم متابی سلطنت قائم ہوئی تھی۔ انہیں مسلمانوں کی دینی حمیت اور جذبۂ جہاد سے خطرہ ہے۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ مسجد اقصیٰ کی شہادت سے مسلمانوں بالخصوص عرب دنیا اور مجاہدین میں اُس کا شدید ردعمل ہو گا۔ لہٰذا وہ چاہتے ہیں کہ اِس ممکنہ خطرے کی پیش بندی کی جائے۔

اِس میں کسی شک وشبے کی گنجائش نہیں کہ مغضوب قوم یہودی اور اُن کے صلیبی ایجنٹ اپنی شیطانی حرکات کے ذریعے نبی اکرم کے مقام رفیع کو نہیں گھٹا سکتے۔ اگر کوئی احمق اور ناداں چاند پر تھوکنے کی کوشش کرے تو اُس کا اپنا ہی منہ گندا ہو گا۔ اگر کوئی سورج کو بے نور کہے، یا اُس کی کرنوں کو روکنا چاہے تو یہ اُس کا پاگل پن ہو گا۔ اِس سے سورج پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ البتہ یہ صورتحال ہم مسلمانوں کے لیے لمحہ فکریہ ضرور ہے۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ آج ہم دشمن کی نگاہ میں اتنے حقیر اور بے وقعت کیوں ہو گئے ہیں کہ وہ ہر محاذ پر ہمیں چرکے لگا رہا ہے۔ ہماری یہ زبوں حالی اللہ کے دین سے بے وفائی کا نتیجہ ہے، اور اِس لیے ہے کہ شاید ہم ہوش میں آ جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ بڑے عذاب سے پہلے چھوٹے عذابات دیتا ہے، تاکہ سنبھلنے والے سنبھل جائیں اور اپنے طرزِ عمل کی اصلاح کر لیں۔ سورۃ السجدہ میں یہ قانون بایں الفاظ بیان ہوا ہے:

﴿وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾

"اور ہم اُن کو لازماً مزہ چکھائیں گے چھوٹے عذاب کا بڑے عذاب سے پہلے شاید کہ یہ (ہماری طرف) لوٹ آئیں۔"

آج ہم اِس قدر لاچار اور بے بس ہو چکے ہیں کہ ڈنمارک سے سفارتی اور تجارتی تعلقات بھی منقطع نہیں کر سکتے۔ حالانکہ تحفظ ناموس رسالت کے لیے یہ ایک معمولی قدم ہے۔ ایک وہ وقت تھا جب دیبل کی بندرگاہ پر ایک مسلمان عورت کی عصمت پامال ہوئی تو اُس کی دہائی پر خلیفۂ وقت نے سندھ پر لشکر کشی کا حکم دیا تھا، اور مجرموں کو قرار واقعی سزا دی گئی تھی جس سے دشمنوں کو یہ پیغام مل گیا تھا کہ مسلمان کو کوئی میلی نگاہ سے بھی نہیں دیکھ سکتا۔ آج ہم اپنے نبیٔ برحق کی شان میں گستاخی پر صرف عوامی سطح پر احتجاج پر ہی اکتفا کر رہے ہیں۔ اور چونکہ ریاستی سطح پر اِس کے خلاف کوئی اقدام نہیں ہو رہا، لہٰذا صلیبی دنیا ہمارے احتجاج کو کوئی اہمیت نہیں دے رہی۔ دشمن دوبارہ گستاخانہ حرکتیں کرتے ہیں، خاکے شائع کرتے ہیں۔ آج ہماری حالت نبی ﷺ کی پیشینگوئی کے عین مطابق ہے: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "قریب ہے کہ اقوامِ عالم ایک دوسرے کو تم پر ٹوٹ پڑنے کی دعوت دیں گی جیسا کہ کھانا کھانے والے ایک دوسرے کو اپنے دسترخوان کی طرف بلاتے ہیں۔" اِس پر کسی نے کہا: کیا اُس روز ہم تعداد میں کم ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا: "تعداد میں تو اُس روز تم بہت زیادہ ہو گے، لیکن تمہاری حیثیت جھاگ سے زیادہ نہ ہو گی، جیسا کہ سیلاب کا جھاگ ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہاری ہیبت نکال باہر کرے گا اور خود تمہارے دلوں میں "وہن" (کی بیماری) ڈال دے گا"۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! "وہن" کیا چیز ہے؟ آپؐ نے فرمایا: "دنیا کی محبت اور موت سے نفرت!"

ہم جس زبوں حالی کا شکار ہے، اِس کا بنیادی سبب آخرت فراموشی اور دنیا کی محبت ہے۔ ہماری نجات کی صورت یہ ہے کہ ہم اپنے مالک کو راضی کریں، اُس کے دین کی شہادت واقامت کی جدوجہد کریں۔ اگر ہم دین کا جھنڈا تھام لیں تو ضرور ہمیں عزت وکامرانی حاصل ہو گی۔ اللہ کا وعدہ ہے:

﴿وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (آل عمران:139)

"اور (دیکھو) بے دل نہ ہونا اور نہ کسی طرح کا غم کرنا اور اگر تم مومن ہوئے تو تم ہی سربلند ہو گے۔"

سورہ محمدؐ میں فرمایا:

﴿اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ﴾ (آیت:7)

"اور اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔"

اگر اللہ کی مدد ہمیں حاصل ہو جائے تو پھر دنیا بھر کے یہود ونصاریٰ ہمیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔

﴿اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ﴾ (آل عمران:160)

"اگر اللہ تمہارا مددگار ہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا، اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر کون ہے کہ تمہاری مدد کرے۔"

آج ضرورت اِس امر کی ہے، ہم میں سے ہر شخص انفرادی طور پر اپنا محاسبہ کرے کہ اُس نے نبی مکرم ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات اور مبارک اسوہ کو کس قدر اختیار کیا ہے، اور کہاں کمی ہے، اور پھر اِس کمی کا ازالہ کرے۔ پھر یہ کہ اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے اپنے جسم وجان کی صلاحیتیں لگا دے۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح وقلم تیرے ہیں

حالیہ انتخابات، کیا توقعات پوری ہوں گی؟

ڈاکٹر اسرار احمدؒ
بانی تنظیم اسلامی

ملک کی سیاسی فضا میں ایک طویل عرصے سے بے یقینی کے سیاہ بادل چھائے ہوئے ہیں۔ ان دگرگوں حالات میں حالیہ انتخابات کے انعقاد کا فیصلہ بے حد اہمیت کا حامل تھا۔ انتخابات کے نتائج اگرچہ بعض اعتبارات سے توقعات کے عین مطابق رہے ہیں تو بعض دوسرے پہلوؤں سے انتہائی غیر متوقع صورتِ حال بھی دیکھنے میں آئی ہے۔ توقع کے عین مطابق عوام کی عظیم اکثریت نے حکومتی پارٹی مسلم لیگ (ق) کو رد کر کے گویا صدر پرویز مشرف کی اُن پالیسیوں کو مسترد کیا ہے، جن کی وجہ سے ملک داخلی اور خارجی اعتبارات سے خطرات میں گھرا ہوا ہے۔ جبکہ دوسری جانب پاکستان پیپلز پارٹی (پارلیمنٹیرین) اور مسلم لیگ (نواز گروپ) نے انتخابات میں کامیاب ہو کر اپنے آپ کو وفاق کی علامتوں کے طور پر منوایا ہے جو کہ خوش آئند بات ہے۔

انتخابی نتائج کے بعد چونکہ کوئی سنگل پارٹی قومی اسمبلی میں اتنی عددی اکثریت حاصل نہیں کر سکی کہ اپنے بل بوتے پر حکومت بنا سکے۔ یوں انتخابات سے قبل سیاسی مبصرین کی اکثریت کا یہ اندازہ صد فیصد درست نکلا کہ آئندہ ایک معلق (Hung) پارلیمنٹ وجود میں آئے گی جو ایک کمزور اور غیر مستحکم حکومت کو جنم دے سکتی ہے اور ایسی کمزور اور غیر مستحکم حکومت سے صدر پرویز مشرف فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ ایسی صورتِ حال میں سیاسی رہنماؤں پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ہوش مندی کا ثبوت دیں اور مثبت کردار ادا کریں۔ اس ضمن میں ہم اپنے ہمسایہ ملک بھارت سے سبق حاصل کر سکتے ہیں جہاں اس وقت بھی مخلوط حکومت قائم ہے۔ مگر کسی جانب سے ٹانگ گھسیٹنے کا عمل دیکھنے میں نہیں آ رہا۔

انتخابی عمل میں پہلا غیر متوقع معاملہ یہ ہوا ہے کہ صدر پرویز مشرف کی ٹیم بری طرح سے پٹ گئی ہے اور نتیجہ یہ نکلا ہے کہ بڑے بڑے بُرج اُلٹ گئے ہیں۔ سابق وزیراعظم اور پارٹی کے سربراہ چوہدری شجاعت حسین سمیت 23 وزراء کی فوج ظفر موج بدترین شکست سے دوچار ہوئی اور اس شکست کی وجہ صدر پرویز مشرف کی وہ غلطی ہے جس کا نتیجہ ہے کہ پاکستان آج امریکہ کی ایک ذیلی ریاست بنا ہوا ہے۔ اس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے کہ ملک کی آزادی، خودمختاری اور حاکمیت داؤ پر لگ گئی ہے۔ ہمارے ملک کی جنت نظیر وادیاں بارود کی آگ، دھویں اور بے گناہ عوام کے خون کی وجہ سے جہنم بن گئیں۔ ہماری فوج کا وقار متنازع ہو گیا ہے۔ اربوں روپوں کے وسائل امریکی خوشنودی کے لیے پانی کی طرح بہائے گئے۔ ہماری سرزمین امریکی اڈوں کے لیے برادر ہمسایہ ملک افغانستان کے خلاف استعمال ہوئی۔ اپنے بے گناہ شہریوں کو دہشت گرد کا ٹھپہ لگا کر امریکہ کے حوالے کیا گیا۔ جن کے مظلوم لواحقین آج بھی اپنے پیاروں کی شکلوں کو دیکھنے کے لیے مارے مارے پھر رہے ہیں۔ ایٹمی اثاثوں کے خالق ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو رسوا کیا گیا۔ نصاب تعلیم سے اسلامی تعلیمات کو کھرچا گیا۔ دینی مدارس کو لگام دینے کے لیے ظلم و ستم کی انتہا کی گئی۔ اسلام آباد کو ”روشن خیال“ شہر بنانے کے لیے عرصہ دراز سے قائم مساجد کو شہید کرنے سے بھی نہ چوکا گیا۔ دینی مدارس جامعہ حفصہؓ کی طالبات نے اور جامعہ فریدیہ کے طلبہ نے صدائے احتجاج بلند کی تو انھیں فاسفورس بموں سے ابدی نیند سلا دیا گیا۔ انسانی حقوق کے چیمپین بننے کے دعویدار صدر نے مسجد میں کیے جانے والے بدترین آپریشن کے ثبوت مٹا دینے کے بعد مسجد کو کھولا۔ سخت پہرے میں معصوم بچیوں کی جلی کٹی لاشوں کو گڑھے کھود کر دبا دیا گیا۔ ادارے کے مہتمم مولانا عبدالعزیز کو اور ان کے اہل خانہ کو پابند سلاسل کر دیا۔ چھوٹے صوبوں میں احساس محرومی کو فروغ دیا اور فوجی آپریشن کے ذریعے بلوچستان کی غاروں کو پھاڑ کر رکھ دیا گیا۔ مسئلہ کشمیر کو بے تدبیری اور سیاسی دانش کے فقدان کے باعث تماشہ بنا کر رکھ دیا گیا حالانکہ یہ مسئلہ پاکستان کی شہ رگ کا مسئلہ ہے اور یہ مسئلہ ریاست جموں کشمیر کے ڈیڑھ کروڑ انسانوں کا مسئلہ ہے۔ امریکی خوشنودی کے لیے اسلامی تصورات کا استہزاء کیا گیا۔ داڑھی، حجاب اور شرم و حیا کو ہدف تنقید بنا دیا گیا جبکہ دوسری جانب شراب، زنا، مخلوط معاشرت، مخلوط میراتھن ریس، جشن بہاراں اور بسنت جیسے واہیات معاملات کے دروازے کھولے گئے۔ حدود قوانین کو جزواً منسوخ کر کے نام نہاد حقوق نسواں بل نافذ کیا گیا۔ امن و امان کو شے دیگر بنا دیا گیا۔ خودکش حملوں سے معاشرے کو ہلا کر رکھ دیا گیا۔ اغوا برائے تاوان، چینی کی قلت، آٹے کے قحط، بجلی اور گیس کی بدترین لوڈشیڈنگ، گھی سمیت تمام اشیائے خورد و نوش اور قیمتوں میں ہوش ربا اضافے سے قوم کو نفسیاتی مریض بنا دیا گیا۔ کرپشن کی شرح میں صد فیصد اضافہ ہوا۔ عدلیہ کو بے توقیر کیا گیا۔ چیف جسٹس افتخار چوہدری سمیت 60 ججز کو ”اطاعت“ نہ کرنے کی پاداش میں گھروں میں بند کر دیا گیا۔ افتخار چوہدری کے سپیشل بچے کا بھی خیال نہ کیا گیا اور 7 محرم کو ان کے گھر کا پانی بند کر دیا گیا ان کو نیچ اور تھرڈ کلاس انسان کہا گیا۔ وکلاء کے سر پھاڑ دیے گئے۔ ان کے رہنماؤں کو بدترین ریاستی دہشت گردی کا نشانہ بنایا گیا۔ منتخب وزیراعظم کو دس سال کے لیے جبری جلاوطن کیا گیا۔ لہٰذا قوم نے ان تمام حکومتی معاملات پر اپنے ووٹ کی طاقت استعمال کر کے انتقام لے لیا ہے۔ اگر یہ معاملہ کسی اور ملک میں رونما ہوتا تو لازماً اس ملک کا صدر مستعفی ہو جاتا۔ مگر ہمارے ہاں تو استعفے لینے کی روایت ہے، دینے کی نہیں۔

> نئی بننے والی حکومت پاکستان کو امریکہ کی ذیلی ریاست کے تصور سے نکالے اور پاکستان کو خودمختار ملک بنائے اور امریکی مطالبے ”Do More“ کو مسترد کرے

انتخابات میں دوسرا غیر متوقع معاملہ یہ ہوا ہے کہ گزشتہ انتخابات میں سرحد اور بلوچستان میں بے مثال کامیابی حاصل کرنے والے اتحاد ''ایم ایم اے'' کو زبردست ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس ناکامی کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ مولانا فضل الرحمٰن اپنی آبائی سیٹ سے بری طرح سے ہارے ہیں۔ ''ایم ایم اے'' کی گزشتہ انتخابات میں شاندار کامیابی کی وجہ دینی جماعتوں کے اتحاد کی برکت تھی اور اس مرتبہ شکست کی وجہ مولانا فضل الرحمان کی اتحاد میں شامل دیگر جماعتوں سے نااتفاقی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سرحد میں عوامی نیشنل پارٹی کو کامیابی ملی ہے۔ اے این پی کے قائد اسفند یار ولی نے حکومت بنانے کے بعد صوبہ سرحد کا نام بدلنے کے عزم کا اظہار کیا ہے۔ میرے نزدیک یہ درست ہے اور ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ شمال مغربی سرحدی صوبہ (N.W.F.P) غیر منطقی نام ہے۔ ویسے بھی دیکھا جائے تو پاکستان کے تمام صوبے سرحدی ہیں۔ لہٰذا صوبہ سرحد کی ثقافت اور روایت کے مطابق نام رکھنے میں کوئی امر مانع نہیں ہونا چاہئے۔ اگر لائل پور فیصل آباد، منٹگمری ساہیوال ہو سکتا ہے تو صوبے کا نام بدلنے میں کوئی قباحت نہیں ہونی چاہئے۔

راقم الحروف کا ایک مستقل اور دائمی موقف ہے کہ انتخابات کسی بھی قائم شدہ نظام کو چلانے کا ذریعہ تو ہو سکتے ہیں، اس کے ذریعے نظام چلانے والے ہاتھ تو تبدیل کیے جا سکتے ہیں جیسے کہ ہوئے ہیں مگر اس سے نظام میں سر مُو کوئی تبدیلی نہیں لائی جا سکتی۔ ایسے ہی اب بھی نظام میں کسی تبدیلی کی کوئی توقع نہیں، مگر فوری طور پر اگر کچھ ہو سکتا ہے تو وہ یہ ہے کہ وہ جو بھی حکومت بنائے اسے چاہیے کہ وہ پاکستان کو امریکہ کی ذیلی ریاست کے تصور سے نکالے اور پاکستان کو خودمختار ملک بنائے اور امریکی مطالبے ''Do More'' کو مسترد کرے۔ دوسرا اس ملک کے اداروں پارلیمنٹ اور عدلیہ کے وقار کو بحال کرے اور آئین کو اس کی اصل صورت میں نافذ کیا جائے اور مہنگائی کو کنٹرول اور لوڈشیڈنگ کے عذاب سے بچنے کے لیے ڈیموں کی تعمیر کو ممکن بنائے۔ گمشدہ افراد کو فوری بازیاب کرایا جائے اور شمالی علاقوں سے فوج کو واپس بلا کر وہاں مذاکرات کے عمل کو شروع کیا جائے اور یہ تبھی ممکن ہے جب صدر مشرف اپنے دائرہ کار میں رہیں۔ ورنہ عوامی توقعات کے قتل کا عمل جاری رہے گا۔

✿✿✿✿✿

قابل غور

صدقہ وخیرات کا حقدار کون؟

قاری یحییٰ اشرف عبدالغفار

اسلام صدقہ وخیرات کے ذریعہ گداگروں کا گروہ پیدا کرنا نہیں چاہتا، نہ گداگری اور سوال کرنے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے بلکہ اپنی محنت سے کمانے کو ایک عبادت اور نیکی قرار دیتا ہے۔ ہادی برحق ﷺ نے اپنے امتیوں کو حتی الوسع دست سوال دراز کرنے سے باز رہنے کی تعلیم وتلقین فرمائی ہے اور اس بات کو مختلف طریقوں سے ذہن نشین کرنے کی سعی فرمائی ہے، مثلاً ارشاد ہوا: اوپر والا ہاتھ (دینے والا) نیچے رہنے والے (لینے والے) ہاتھ سے بہتر ہے''۔ ایک اور ارشاد نبویؐ ہے: ''ہاتھ سے روزی کمانے والا اللہ کا دوست ہے''۔ ایک بار حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا: ''سب سے بہتر کمائی کون سی ہے؟ فرمایا: ''اپنے ہاتھ سے کمائی اور ہر وہ کاروبار جس میں جھوٹ اور خیانت نہ ہو''۔

ایک انصاری حضرت رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ سوال کیا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا: ''گھر میں کچھ ہے؟'' انصاری صحابیؓ نے عرض کیا: صرف دو چیزیں ہیں۔ ایک ٹاٹ جو اوڑھنے اور بچھونے کے کام آتا ہے۔ دوسرے پانی پینے کو پیالہ۔ حضور اکرم ﷺ نے یہ اشیاء منگوا کر دو درہم میں نیلام کر دیں اور انصاری سے فرمایا: ''ایک درہم کا سامان خورد ونوش خرید کر گھر والوں کو دے آؤ اور دوسرے درہم کی کلہاڑی خرید لاؤ''۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ حضور ﷺ نے کلہاڑی میں دستہ اپنے دست مبارک سے لگا کر دیا اور فرمایا ''جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاؤ اور بازار میں فروخت کرو۔ پندرہ دن کے بعد آ کر حال بتلانا۔ پندرہ دن میں انصاری صحابیؓ نے دس درہم جمع کر لیے۔ آپؐ نے خوش ہو کر فرمایا: ''یہ محنت کی کمائی تمہارے لیے اس سے کہیں بہتر ہے کہ تم لوگوں سے مانگتے پھرو اور روز قیامت تمہارے چہرے پہ گداگری کا داغ ہو''۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کا ارشاد ہے کہ کسی حقیر پیشے کے ذریعے روزی کمانا بھی لوگوں سے بھیک مانگنے کے مقابلہ میں بہتر ہے۔

زکوٰۃ وخیرات گداگروں میں تقسیم کرنے کے لیے نہیں بلکہ باعزت طور پر ملت کے محتاج اور مساکین کو پہنچانے کے لیے ہے۔ اسلامی معاشرت میں پیشہ ور گداگروں کا اور مستقل دریوزہ گری کا کوئی تصور نہیں۔ پیشہ ورانہ گداگری تو ایک طرف کتاب اللہ اور احادیث نبوی ﷺ میں انتہائی ضرورت اور مجبوری کے سوا سوال کرنے کی شدید مذمت کی گئی ہے اور دست سوال دراز کرنے کو بے حد معیوب قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ اوپر واضح کیا گیا ہے۔

صدقہ وخیرات کے مستحق وہ لوگ ہیں جن کا تذکرہ آیت البر میں آیا ہے۔ فرمایا:

''......اور جو مال باوجود عزیز رکھنے کے رشتہ داروں، یتیموں محتاجوں، مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں۔''

(البقرہ: 177)

گویا سائلین کا درجہ آخری ہے۔ سر فہرست اپنے صاحب احتیاج رشتہ دار ہیں۔ اس کے بعد یتیم ہیں، تیسرے درجہ پر مساکین ہیں یعنی وہ افراد جو روزی کمانے کے لائق نہیں رہے یا اہلیت تو رکھتے ہیں لیکن انہیں وسائل معاش میسر نہیں۔ چوتھے مسافر جو دوران سفر صاحب احتیاج ہو گئے ہوں۔ ان صاحب احتیاج افراد کے بارے میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ''(اور ہاں تم جو خرچ کرو گے تو) ان حاجتمندوں کے لئے جو اللہ کی راہ میں رُکے بیٹھے ہیں۔ اور ملک میں کسی طرف جانے کی طاقت نہیں رکھتے اور مانگنے سے عار رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ نہ مانگنے کی وجہ سے ناواقف شخص ان کو غنی خیال کرتا ہے اور تم قیافے سے ان کو صاف پہچان لو (کہ حاجتمند ہیں) اور شرم کے سبب لوگوں سے (منہ پھوڑ کر اور) لپٹ کر نہیں مانگ سکتے اور جو مال خرچ کرو گے کچھ شک نہیں کہ اللہ اس کو جانتا ہے۔ (البقرہ: 273)

ان کے بارے میں حضرت مخبر صادق ﷺ کا ارشاد بھی ملاحظہ کیجئے: غریب محتاج (مستحق امداد) وہ نہیں جو لوگوں کے گرد چکر لگاتا پھرے اور وہ اسے ایک دو لقمے دے دیں یا ایک دو کھجوریں دے دیں بلکہ مسکین وہ ہے جسے اس قدر دولت نہ ملے کہ وہ تونگر ہو جائے اور کسی کو اس کی (ضروریات کی) خبر نہ ہو کہ اسے صدقہ دے دے۔ نہ وہ لوگوں سے سوال کرنے کے لیے کھڑا ہو۔ (متفق علیہ)

خلاصہ یہ کہ اسلام ایک طرف ضرورت مندوں کی حاجت روائی کو دولت مندوں پر فرض قرار دیتا ہے۔ اس کے لیے کتاب اللہ میں اور احادیث نبوی ﷺ میں اس قدر تاکید ہوئی ہے کہ گویا اہل خیر کے اموال میں اہل حاجت کا باقاعدہ حصہ ہے۔ دوسری طرف اسلام سوال کرنے اور دست سوال دراز کرنے سے منع کرتا ہے۔ اسلامی معاشرہ میں گداگری اور پیشہ ور گداگروں کا تو کوئی تصور ہی نہیں، کیونکہ اسلام سوال کرنے کی ہرگز حوصلہ افزائی نہیں کرتا۔

ستارے کیا کہتے ہیں؟

ستاروں کی چال اور نجومیوں کے تعلق سے ایک مدلل تحریر

سید محمد جہان زیب اسلم

پاکستان کے مختلف ٹیلی ویژن چینل خصوصاً جیو نیوز اور دیگر ذرائع ابلاغ ستاروں کی چال جاننے کے لئے کہیں ''آپ کا یہ ہفتہ کیسا رہے گا'' کہیں ''ستارے کیا کہتے ہیں'' کہیں ''آئینہ نجوم میں'' ماضی حال مستقبل کے معاملات بتا رہے ہوتے ہیں اور آج کل ہمارے نوجوان بڑی دلچسپی سے مستقبل جاننے کے لئے ایسی محفلیں جماتے نظر آتے ہیں۔ اِس عنوان سے بڑی ضخیم کتابیں بھی پڑھنے کو مل جاتی ہیں۔ ہم اپنے پڑھنے والوں کو بتانا چاہتے ہیں کہ ستاروں کی حقیقت کیا ہے اور ایک موحد مسلمان کو قرآن و سنت اس بارے میں ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔ رسالت مآب ﷺ کا فرمان ہے: ''تاروں کے ڈوبنے اور نکلنے سے لوگوں کی تقدیر پر اثر نہیں پڑتا اور عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ لوگ صبح کو ایمان کی حالت میں اور شام کفر کی حالت میں ہوں گے یا شام ایمان کی حالت میں اور صبح کفر کی حالت میں ہوں گے۔''

زمانہ قدیم میں نبی کریم ﷺ کے بعثت مبارک سے پہلے لوگ علم نجوم پر ایمان رکھتے اور سورج، چاند اور تاروں کی پرستش کرتے تھے۔ قمر، شمس اور سبعہ سیاروں کی حرکات کو خاص خاص انسان اور آدمیوں کے لئے مفید اور مضر سمجھتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان بڑے بڑے اجسام کو بے کار پیدا نہیں کیا۔ سورج کے مجموعی ہزاروں فائدوں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کی تاثیر سے حیوانات اور نباتات کی نشوونما ہوتی ہے اور یہ تاثیر سب نباتات اور حیوانات کو شامل ہے، جیسے آگ اور پانی کی تاثیر۔ سورج اور چاند انسان کی طرح عقل نہیں رکھتے کہ بعض کو نفع پہنچائیں اور بعض کو نقصان۔ جو لوگ اجرام علویہ کو طاقتور اور صاحب قوت خیال کرتے ہیں، ہم ان سے سوال کرتے ہیں کہ اگر ایسا ہی ہے تو زمین بے چاری نے کیا قصور کیا ہے کہ وہ کسی کو نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتی، حالانکہ جدید سائنس کے مطابق زمین اور سیاروں میں کوئی فرق نہیں۔ درحقیقت قدیم زمانے میں جب آلات شمس و قمر اور خلاء نوردی کی لیبارٹریاں قائم نہ ہوئی تھیں، لوگوں نے محض آنکھوں سے کام لیا۔ جہاں تک نگاہ نے کام کیا وہ یہ تھا کہ انہوں نے سات تارے سیارے نکالے اور باقی ثوابت اور چاند اور سورج کو بھی ایک ایک سیارہ خیال کیا اور پانچ سیارے عطارد، زہرہ، مشتری، مریخ، زحل چونکہ یہ اجسام نہایت اونچے اور چمکتے ہوئے نظر آئے، اس لئے عوام کیا بہت سے خواص فلاسفہ اور حکماء کو بھی یہ خیال گزرا کہ یہ اجسام عقل اور نفس رکھتے ہیں۔ انہوں نے زمین کے مختلف واقعات اور حادثات کو جن کے اسباب پوشیدہ تھے، ان سیاروں کی طرف منسوب کیا۔ پھر یہ خیال بڑھتے بڑھتے

اگر ہم آپ ؐ کے سچے امتی ہیں تو ہمارا اعتقاد اللہ پر ہونا چاہیے، ستاروں اور نجومیوں پر نہیں۔ ستارے اور سیارے بھی اللہ کی تخلوق ہیں۔ ان میں سے کسی کو بھی خدائی اختیارات حاصل نہیں

یہاں تک بڑھا کہ صائبین، کلوانی اور مصری لوگوں نے چاند، سورج اور سیاروں کی پرستش شروع کردی اور شرک میں گرفتار ہوئے۔

جب اسلام کی روشنی دنیا میں پھیل گئی تو یہ بات واضح ہوگئی کہ نجومی جھوٹے ہیں۔ بعدازاں جب ہیئت اجرام فلکی کی زیادہ تحقیقات ہوئیں اور لیبارٹریاں معرضِ وجود میں آئیں تو اس اعتقاد کی جڑ اکھڑ گئی، کیونکہ پھر بہت سے اور سیارے معرضِ وجود میں آئے مثلاً سیریز، پالس، جونو، ڈسٹا اور یورانس۔ آفتاب مرکزِ عالم ٹھہرا اور زمین بھی ان سیاروں کی طرح سیارہ قرار پائی۔ چاند زمین کے تابع قرار پایا۔ پھر سارا کارخانہ جو ہزاروں برس سے ماہرین نجوم نے قائم کیا تھا، الٹ پلٹ اور چوپٹ ہوگیا۔

یہ محال ہے کہ مشتری، مریخ اور زحل وغیرہ کی تو تاثیر خاص خاص آدمیوں پر ہوتی ہو اور سیریز، پالس اور یورانس وغیرہ کی نہ ہوتی ہو، حالانکہ وہ بھی ان ہی کی طرح سیارے ہیں اور زمین جس پر ہم سب بستے ہیں وہ بھی ایک سیارہ ہے۔ اللہ ہدایت دے ان لوگوں کو جو پتھر، دریاؤں، پہاڑوں، درختوں، جانوروں تک کو پوجتے ہیں، انسانوں اور جنوں کی پرستش کرتے ہیں، فرشتوں اور انبیاء کو اللہ کی اولاد بتاتے ہیں، یہ انہیں مستقل حاجت روا، مشکل کشا سمجھتے ہیں۔ زمین و دیگر سیارگان میں سے کسی میں بھی کوئی خدائی طاقت نہیں ہے۔ یہ سب اللہ کی تخلوق ہیں۔

زمین کا محیط چوبیس ہزار (24000) میل اور قطر کم و بیش آٹھ ہزار (8000) میل ہے۔ مشتری ہماری اس زمین سے ہزار حصے بڑا ہے۔ اس کا قطر نو لاکھ میل ہے۔ زحل زمین سے چھ سو درجے بڑا ہے۔ اس کا قطر اناسی ہزار میل ہے۔ اِسی طرح دیگر سیارے ہیں۔ کچھ زمین سے بڑے اور کچھ چھوٹے ہیں اور کچھ ہماری زمین کے برابر۔ ہماری زمین کو ایک چاند روشنی کے لئے عنایت ہوا، وہ بھی اس قدر بڑا ہے کہ اس کا قطر دو ہزار میل سے زیادہ ہے اور مشتری کو چار چاند اور زحل کو سات چاند، یورینس کو چھ چاند بوجہ آفتاب سے دوری کے عنایت ہوئے۔ پھر آفتاب یعنی سورج جو اِن سب سیاروں کا مرکز ہے، اس کی بڑائی اس قدر ہے کہ اکیلا ہماری زمین سے تیرہ لاکھ حصہ بڑا ہے اور زمین سے نو کروڑ پچیس لاکھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اگر سورج گھڑے کی مانند ہو تو زمین مٹر کے دانے کے برابر ہوگی۔ سورج سے بذریعہ توپ گولا فائر کیا جائے تو زمین تک انیس سال میں بھی نہیں پہنچے گا۔ یہ سب سیارے سورج کے گرد گھومتے اور سورج سے گرمی اور روشنی حاصل کرتے ہیں۔ کہتے ہیں، زمین اٹھاون ہزار میل ایک گھنٹے میں طے کرتی ہے۔ اسی طرح اور تارے بھی اپنے اپنے مدار پر بڑی سرعت اور تیزی سے گھوم رہے ہیں۔ پھر سورج ان سب بڑے بڑے جسموں کو لئے ہوئے گردش کر رہا ہے۔ آسمان پر دم دار تارے نظر آتے ہیں۔ دم دار تارے کی دم دس کروڑ میل سے بھی زیادہ لمبی حساب کی گئی ہے۔ 1454ء کو ایک دم دار تارہ چاند اور زمین کے بیچ میں اِس طور سے ہو گیا تھا کہ چاند کو نظر سے چھپا دیا۔ وہ دم دار تارہ جو 1770 میں نمودار ہوا تھا زمین کے ایسا نزدیک آیا کہ زمین کی نحوست جاذبہ نے اس کے چلنے پر اثر

کیا تھا۔ اگر وہ دم دار تارہ ہماری اس زمین پر رگڑ کھا کر ایک صدمہ پہنچا دیتا تو زمین مع سمندروں اور پہاڑوں کے پانی کی ایک بوند کی طرح یا پتھر کے ایک ٹکڑے کی طرح کسی زبردست اور بڑے تارے پر جا پڑتی لیکن وہ اپنی تیز روی سے مشتری کے چاندوں کے بیچ میں سے ہو کر نکل گیا۔

اللہ تعالیٰ کی ان سب پر نظر ہے۔ وہ قادر مطلق اس نظام فلکی کو چلا رہا ہے۔ کائنات کی وسعتیں اس کی تسبیح بیان کر رہی ہیں۔ ادھر ہم ہیں کہ اپنے ذرائع ابلاغ کے ذریعہ مخلوق کو ستارہ پرست بنا رہے ہیں۔ ماموں جان جیو چینل پر نمودار ہوتے ہیں اور لوگوں کو شرک کی تعلیم دینا شروع کر دیتے ہیں۔ ہم اشرف المخلوقات کبھی ستارے کیا کہتے ہیں اور کبھی آپ کا یہ ہفتہ کیسا رہے گا کے چکروں میں پڑے رہتے ہیں، اور کبھی نجومیوں کے دروازوں پر حاضریاں دیتے ہیں کہ کل کیا ہوگا، مستقبل میں کیا بنوں گا وغیرہ وغیرہ۔ ہمارے ٹیلی ویژن چینلز پر ستاروں کا حساب رکھنے والا ایک شخص کہتا ہے، میاں نواز شریف وزیر اعظم بنیں گے۔ ایک کہتا ہے زرداری ناکام ہوں گے۔ ایک خیال آرائی کرتا ہے کہ عمران خان اپنی سیٹ جیتیں گے، شادی نہ کریں گے، خشک سالی ہوگی، ایٹمی جنگ ہوگی تو دوسرا ماہر علم نجوم کہتا ہے، نواز شریف پاکستان آ ہی نہیں سکتا، عمران خان زیادہ سیٹیں جیتیں گے۔ شادی ہوگی، موسلا دھار بارشیں ہوں گی۔ امریکہ ایران پر حملہ نہیں کرے گا۔ بے نظیر بھٹو وطن واپس آ کر گرفتار ہوں گی۔ ان نجومیوں سے تو فرعون اور نمرود کے نجومی اچھے تھے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے انہیں جو علم بخشا اس کی بنیاد پر جو کہا وہ ہو گیا۔ نمرود کی بادشاہت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں اور فرعون کی ہلاکت وتباہی موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ہوگئی۔ لیکن قابلِ غور بات یہ ہے کہ نجومیوں سے ابراہیم علیہ السلام مدد لیتے تھے یا نمرود۔ ستارہ پرستی پر فرعون کا ایمان تھا یا سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا۔ نبی کریمؐ پر جادو کرنے کی جسارت کس مذہب کے پیروکار نے کی۔ ہمیں اپنے رویوں اور خیالات پر غور وفکر کی ضرورت ہے۔ اگر ہم آپؐ کے سچے امتی ہیں تو ہمارا اعتقاد اللہ پر ہونا چاہیے، ستاروں اور نجومیوں پر نہیں۔

علامہ اقبالؒ نے فرمایا تھا۔

تقدیر کے پابند ہیں جمادات و نباتات
مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند

یا یہ کہ

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پر جو ڈالتے ہیں کمند

جدید دور کی ترقی......مثبت یا منفی ہے؟

مسز الماس

آج ہم دنیا کی ہر چیز کو ناپ تول سکتے ہیں، انسان تو انسان جانوروں کی تعداد بھی گن سکتے ہیں......مگر اپنے گناہوں کی تعداد گننے سے غافل ہیں۔

آج انسان اپنے نظام شمسی کو پرکھنے کے بعد کائنات کی وسعتوں میں جھانکنے پر قادر ہے......مگر افسوس کہ اس کائنات کے بنانے والے رب کو پہچاننے سے غافل ہے۔

انسان نے پرانے زمانے کے کچے گھروں کے مقابلے میں آج بڑی بڑی اور مضبوط عمارتیں بنالیں۔ مگر اُن کے اندر بسنے والے لوگوں نے اپنا خاندانی نظام کا شدید طور سے کمزور اور کھوکھلا کر دیا ہے۔ اُسے مضبوط اور مستحکم نہیں بنایا جاسکا۔

آج کے دور کی تیز رفتاری یعنی جہاز ٹرین وغیرہ، یہ تیز سفر کے ذرائع پرانے دور کی سست سواری جیسی برکت نہ حاصل کر سکے۔

آج ہر ملک کا باشندہ خود کو آزاد سمجھتا ہے، مگر افسوس کہ آج کی آزادی کسی کو دو پل کی راحت نہ پہنچا سکی۔ آج ہر طرف آزادی کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے......مگر افسوس کہ یہ آزادی دنیا بھر کی جیلوں میں رہنے والے انسانوں کو انصاف نہ دلا سکی۔

آج ہر طرف حقوق نسواں کے تذکرے ہیں...... مگر افسوس کہ عورت کو عزت کا مقام دینے سے ساری دنیا کی حکومتیں قاصر ہیں۔

آج کا دور ٹیکنالوجی کا دور ہے، مگر کسی بھی قدرتی آفات کو نہ روک سکا۔

آج ہم نے اپنی حقیقت کو پہچان لیا کہ ہم مٹی سے بنے ہیں، مگر افسوس اس مٹی سے بننے والا انسان اپنے مقصد زندگی کو نہ جان پایا۔

آج ہم باہر کی سجاوٹ میں خوب مصروف ہیں مگر افسوس اندر کو سنوارنا بھول گئے ہیں۔

آج ہم دنیا کے کاموں میں دن رات مصروف ہیں......مگر افسوس آخرت کے لئے ایک گھنٹہ نکالنا بھی عذاب لگتا ہے۔

آج ہم ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے جھگڑنے کے لئے ہمہ تن تیار رہتے ہیں مگر افسوس نفس کے ساتھ لڑنے کے لئے کبھی تیار نہیں ہوتے۔

آج مغرب کی نقالی میں ہم مسلمان سب سے آگے ہیں......مگر افسوس اپنے پیارے رسول ﷺ کی پیروی میں ایک دوسرے سے پیچھے ہیں۔

آج ہم نے مغربی فکر و فلسفہ کو جاننے کے لئے عمریں کھپا دیں۔ بڑی بڑی کتابوں کو پڑھ کر فلسفی بن گئے......مگر افسوس ہے کہ قرآن مجید اور اُس کے پیغام کو نہ جان سکے۔

آج ہم نے خوردبین کی مدد سے چھوٹے سے چھوٹے سیل کو دیکھ لیا......مگر افسوس اپنے دل کے اندر اللہ کی معرفت کو نہ پہچان سکے۔

آج ہم سکولوں اور کالجوں میں دینے والے امتحانوں کی تیاری میں دن رات ایک کر دیتے ہیں......مگر افسوس کہ روزِ آخرت کے امتحان کی کوئی فکر ہی نہیں ہے۔

آج ہم اعلیٰ بنگلوں اور پرتعیش رہائش گاہوں پر فخر و غرور کر مظاہرہ کرتے ہیں......مگر افسوس کہ یہ بات یاد نہ رہی کہ آیا کل ہمیں دو گز زمین بھی میسر آتی ہے یا نہیں۔

سلام کی اہمیت

☆ جب تم میں سے کوئی کسی مجلس میں جائے، تو سلام کہے، اور وہاں سے اُٹھنے لگے تو دوبارہ سلام کہے۔ (ابوداؤد)

☆ وہ آدمی اللہ کو بہت پسند ہے جو سلام میں پہل کرے۔ (ترمذی)

☆ ایک دوسرے سے مصافحہ کرو، تاکہ کینہ جاتا رہے۔ (موطا امام مالک)

☆ سب سے بڑا بخیل وہ ہے جو سلام کہنے میں بخل سے کام لے۔ (طبرانی)

رسول اللہ ﷺ کا ہنسنا مسکرانا

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

خوشی کے موقع پر ہنسنا مسکرانا انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ اسلام دین فطرت ہونے کے ناتے سے طبعی تقاضوں کے پورا کرنے پر پابندی نہیں لگاتا۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ ان تقاضوں کے پورا کرنے میں حدود و قیود کا تعین کرتا ہے تاکہ انسانی طبیعت متوازن رہے۔ چنانچہ ہنسنے مسکرانے کی بھی اجازت ہے مگر آپے سے باہر ہونے کی اجازت نہیں۔

ہر صورت حال جو کسی انسان کو پیش آ سکتی ہے اس کی مثال سیرت رسول ﷺ میں ملتی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ خوشی کے موقع پر ہنستے مسکراتے بھی تھے مگر اعتدال ہر وقت ملحوظ رہتا تھا۔ آپ کبھی قہقہہ لگا کر یا کھلکھلا کر نہیں ہنسے جیسا کہ آزاد منش، غافل اور بے پروا اور بے فکرے لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ آپؐ نے زیادہ ہنسنے سے منع کیا ہے مگر مطلق ہنسنے سے نہیں روکا۔

آپؐ کی عادت شریفہ تھی کہ آپؐ اکثر تبسم فرماتے۔ کھلکھلا کر ہنسنا آپ کی عظمت شان اور رفعت منزلت کے خلاف تھا۔ ہنسنے کی تین صورتیں ہیں۔ (1) **تبسم:** جس میں لبوں کی جنبش سے اظہار مسرت ہوتا ہے مگر آواز نہیں نکلتی۔ (2) **ضحک:** اس میں منہ بھی کھل جاتا ہے اور دانت بھی ظاہر ہو جاتے ہیں اور معمولی سی آواز نکلتی ہے۔ (3) **قہقہہ:** اس میں انسان کا پورا منہ کھل جاتا ہے اور آواز بھی زور سے نکلتی ہے۔ ہنسنے کی یہ صورت ناپسندیدہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ اکثر تبسم فرمایا کرتے تھے۔ کبھی کبھی ہنستے بھی تھے۔ مگر قہقہہ لگانا آپؐ سے ثابت نہیں۔ حدیث میں ہے **کان لا یضحک الا تبسما** (ترمذی) ''آپؐ کا ہنسنا صرف تبسم ہوتا تھا''۔ تبسم ہی آپ کی عظمت شان اور مقام رفیع کے مناسب تھا۔ انبیاء کے شایان شان بھی تبسم ہی ہوتا ہے۔ سورۃ النمل میں حضرت سلیمانؑ کے بارے میں ہے: ﴿فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا﴾ (آیت 19) ''پس وہ چیونٹی کی آواز سن کر مسکرائے''۔ رسول اللہ ﷺ بھی متبسم چہرے اور خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقاتیوں سے ملتے تھے۔ کبھی کبھی آپؐ سے ہنسنا بھی ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت ابوذر غفاریؓ کی روایت کردہ حدیث میں یہ الفاظ ہیں: ''میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ہنسے یہاں تک کہ آپؐ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے''۔ اسی طرح ایک موقع پر حضرت سعدؓ نے ایک دشمن دین پر نشانہ باندھ کر تیر پھینکا۔ تیر نشانے پر لگا اور دشمن ڈھیر ہو گیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ ہنسے۔ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں: ''وَلَقَدْ رَءَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ'' (ترمذی) پس رسول اللہ ﷺ ہنسے یہاں تک کہ آپؐ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے''۔ ظاہر ہے آپؐ کا یہ ہنسنا ایک مجاہد کی کامیابی کی تحسین کے لئے تھا۔

چونکہ مسلمان آخرت کے محاسبہ پر یقین رکھتے ہیں اس لئے انہیں ہر وقت فکرمندی رہتی ہے کہ آخرت میں چھٹکارا کیونکر ہوگا۔ اگرچہ ہر مسلمان اللہ کی بے پایاں رحمت کا بھی امیدوار ہوتا ہے مگر ساتھ ہی خطاؤں پر خوف زدہ بھی رہتا ہے۔ اسی خوف کی وجہ سے وہ کم ہنستا ہے۔ قہقہے لگا کر بے پرواہی اور غفلت کے ساتھ ہنسنا سنجیدہ مزاج انسان کو زیب نہیں دیتا، چہ جائیکہ انبیاء سے اس کا صدور ہو۔ قرآن مجید میں کفار کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ دنیا کی مختصر زندگی ہنسی میں گزار لیں، پھر انہیں اپنے اعمال کی سزا کے طور پر کثرت کے ساتھ رونا ہے۔

﴿فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ (سورۃ التوبہ)

''یہ (دنیا میں) تھوڑا سا ہنس لیں اور (آخرت میں) اُن کو اُن اعمال کے بدلے جو کرتے رہے ہیں بہت سا رونا ہوگا۔''

چونکہ خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقاتی کو ملنا بھی نیکی ہے، اس لئے جب مسلمان دوسرے مسلمان کو ملے تو کھلے ہوئے اور متبسم چہرے کے ساتھ ملے کیونکہ کسی کو محزون کیفیت میں ملنا، ملاقاتی کے لئے پریشانی کا باعث بنتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے بھرپور زندگی گزاری۔ مکہ میں رہے تو فریضۂ رسالت کی ذمہ داری میں شب و روز مصروف رہے۔ ہجرت خود ایک مشقت تھی۔ مدنی دور کفار کے ساتھ جہاد میں گزرا اور ساتھ ساتھ اللہ کی عبادات، مجاہدات اور ریاضت کا انہماک بھی تھا۔ گویا حیات مستعار میں راحت اور آرام نہیں تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ آخرت کی مسئولیت کی فکر ہر وقت دامن گیر تھی۔ ایک دفعہ آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر (قیامت اور آخرت کے لرزہ خیز اور ہولناک حالات) تمہیں وہ سب معلوم ہو جائیں جو مجھے معلوم ہیں تو تمہارا ہنسنا بہت کم ہو جائے اور رونا بہت بڑھ جائے۔ (بخاری) آخرت کے بارے میں اس قدر فکرمندی کی وجہ سے آپؐ اکثر خاموش رہتے مگر صحابہ کرامؓ کی دلجوئی کی خاطر چہرے پر فکرمندی اور غم کے اثرات نہ آنے دیتے۔ اگر آپ ایسا نہ کرتے تو صحابہؓ کے لئے آپ سے فیض حاصل کرنا مشکل ہو جاتا۔ چنانچہ آپ بایں عظمت و جلال صحابہؓ کے ساتھ گھل مل کر رہتے۔ اُن کا اکرام کرتے۔ اُن کی محفل میں بیٹھتے تو ہنستے مسکراتے۔ یہ اس لئے تھا کہ اگر اسوہ حسنہ میں خندہ پیشانی نہ ہوتی تو افراد امت کے لئے زندگی گزارنا مشکل ہو جاتا۔ اور وہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں ہر وقت غم و اندوہ میں ڈوبے رہتے اور کوئی کارنامہ سرانجام نہ دے سکتے۔ افراد امت کے لئے لازم ہے کہ وہ اسوہ حسنہ کا دامن نہ چھوڑیں خاص طور پر خوشی کے موقع میں بھی آپ کے انداز کو اختیار کریں اور غفلت کے قہقہے نہ لگائیں۔

ضرورت رشتہ

بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم ایم۔اے فلسفہ (گولڈ میڈلسٹ)، لیکچرار کراچی یونیورسٹی، صوم و صلوٰۃ کی پابند اور شرعی پردے پر کاربند، مدرّسۂ قرآن کے لئے اردو اسپیکنگ فیملی سے رشتہ مطلوب ہے۔

برائے رابطہ: 0322-2499735

دعائے صحت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی، کورنگی (کراچی) کے ملتزم رفیق توحید خان کے والد علیل ہیں۔

☆ تنظیم اسلامی ہارون آباد نمبر 2 (حلقہ بہاولنگر) کے رفیق محمد ارشد کی خوشدامن بیمار ہیں۔

قارئین ندائے خلافت سے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

سلطان عبدالحمید خان کی ڈائری

(آخری قسط)

سید قاسم محمود

میرے تخت پر بیٹھنے کے وقت حالات کیا تھے؟ میں یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

یاد آیا: بوسنیا اور ہرسک (ہرزیگوینا) نے بغاوت کر دی تھی۔ فوج کو شکست دے کر جبل اسود میں اُسے محصور کر دیا تھا۔ سرب ہماری منظم فوجوں کے ساتھ اعلانِ جنگ کر رہے تھے۔ انہی دنوں روس کی ہولناک جنگ بھی چھڑ گئی۔

یہ تمام داخلی و خارجی واقعات و حالات میرے دورِ حکومت کی پیداوار نہ تھے۔ دو سلطانوں کی یکے بعد دیگرے معزولی کے بعد میں برسر اقتدار آیا تھا۔ وزارتی بحران 93 دن تک جاری رہا تھا اور سلطنت معاشی لحاظ سے کھوکھلی ہو چکی تھی۔ اور قوم اِس خام خیالی میں مبتلا تھی کہ وہ پختگی اور بلوغت کو پہنچی ہوئی ہے۔

میں نے مدحت پاشا کو فوراً صدرِ اعظم کے عہدے پر مامور کیا۔ اُسے عوام کا اعتماد حاصل تھا۔ نتیجے کے طور پر میں نے قوم کے لیے وہ مسائل چھوڑے جو روس کے تجویز کردہ تھے، یعنی دوسرے لفظوں میں روس کے ساتھ مل کر جنگ لڑی جائے یا انکار کر دیا جائے۔ مدحت پاشا نے مجلسِ عمومی کی صدارت کی، جو خاص اِس مسئلے پر بحث و مباحثے کے لیے تشکیل دی گئی تھی۔ میں روس سے ہونے والی جنگ اور اس کے نتائج کے بارے میں ذمہ دار تھا نہ جواب دہ، نہ اپنی ذاتی حیثیت میں، نہ سلطان ہونے کی حیثیت میں۔

جب ہم جنگ پر گفتگو کرتے ہیں تو میرا قول یہ ہوتا ہے کہ میں نے اُس وقت جن لوگوں کو فوج کی سربراہی دی تھی، وہ غیر معمولی کمانڈر تھے۔ اُن کی اہمیت سلطنت عثمانیہ کے اُسی دور میں نہ تھی، بلکہ اگلے پچھلے تمام ادوار میں وہ نادر خصوصیات کے مالک تھے۔

یہ تاریخ کے ساتھ بڑی بددیانتی اور ناانصافی ہو گی کہ اُس جنگ میں شکست اور اُس کے اسباب و نتائج کا ذمہ دار مجھے قرار دیا جائے، اور میرے دورِ حکومت کو اِس سلسلے میں موردِ الزام ٹھہرایا جائے۔ مواصلاتی وسائل کی کمی، اور علاقہ رومیلی کی غیر مسلم اقلیتوں میں بغاوت کی چنگاری، جس کی لپٹیں ولایت اور نہ کے اندرون تک پہنچ رہی تھیں، پہلے سے موجود تھی۔

میں نے اُس جنگ کی بھینٹ چڑھنے والے افراد کی مدد کے لیے فوری اقدامات کیے۔ میں نے اپنے مہاجروں کی راحت رسانی، اُن کے لیے رہائشی سہولتوں کی فراہمی اور اُن کے مصائب کم کرنے کے لیے اپنا پورا زور صرف کیا۔ استنبول سے سیواس اور حلب تک ملک کے تمام گوشوں میں مہاجرین کی آبادیاں بسائی گئیں۔ میں نے اللہ کی خوشنودی اور رضا جوئی کے لیے اپنی جیب خاص کے کثیر رقم صرف کی اور اللہ کے بندوں کے لیے، جن کی امانت کا بوجھ میرے کندھوں پر اُس نے ڈالا تھا، میں نے اُن میں سے بیشتر آبادیوں اور بستیوں میں جامع مسجدوں کے مصارف برداشت کیے۔

سلطان نے لکھا:

لوگ کہیں گے، آخر سلطنت کے زوال اور اُس کی بربادی سے تم نے آنکھیں کیوں بند کر لیں؟ ہرگز نہیں، میں ہر لمحہ بیدار تھا، مگر ان کو روکنے کی استطاعت مجھ میں نہیں تھی۔ میں تنہا تھا اور اُن کے ساتھ دشمنوں کی یہ پوری دنیا تھی

میرا ذہن کبھی فارغ نہیں رہا، حتیٰ کہ آج کی بدحالی کے ایام میں بھی۔ ویسے میرے اکثر ایام فراخی اور وسعت کے ساتھ بسر ہوئے۔ اپنے مہاجر بھائیوں کے اخراجات، اُن کے علاج معالجے، دوا دارو اور ضروری اشیاء کی فراہمی سے میرا ذہن کبھی خالی نہیں رہا۔ میں آج اپنا دفاع کرنے کے لیے اِن باتوں کو یاد نہیں کر رہا ہوں، کیونکہ جو لوگ میرے قائم مقام بنے ہیں، انہوں نے اپنے افعال سے خود بہت سی چیزوں کی میری جانب سے مدافعت کر دی ہے۔ اس مہربانی کے لیے میں اُن کا شکر گزار ہوں۔ اگرچہ اُس زوال اور ذلت کی پرچھائیں بھی نظر نہ آئی، جو انہوں نے میرے دین اور میرے سلطنت کی وجہ سے فرضی طور پر طاری کی تھی۔

میں اپنے آپ کو اِس لائق نہیں سمجھتا کہ اُن چھوٹی موٹی خدمات پر فخر کروں، جن کو میں نے شمار کرایا ہے، کیونکہ وہ تو میرا فرض تھا۔ آج مجھے ندامت اور افسوس کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اگر میں زندہ رہا تو اپنے قلم سے اور تفصیل کے ساتھ اعتراف کروں گا کہ مجھ سے کہاں کہاں غلطیاں ہوئی ہیں۔

ذرا اُس وطن پرست ڈاکٹر ناظم بک کو دیکھیے۔ وہ اعلان کر رہا ہے کہ وہ حق پر ہے اور میں بھی اُس کے ساتھ ہوں۔ وہ کہتا ہے کہ یہ شعلہ فشانی اور آتش زدگی عبدالحمید کا ترکہ ہے۔ اگر حق کا پرستار یہ ڈاکٹر مرد ہوتا تو اِس حقیقت کی تصدیق اُس پر واجب ہوتی کہ آگ زنی پر پانی ڈال کر اُسے بجھانے کی بجائے اِن لوگوں نے اس پر پٹرول چھڑک دیا ہے۔

ترک نوجوان اور اُن کی وطن دشمنی

ترک نوجوانوں (young Turks) نے مغربی افکار و نظریات کی سلطنت میں آبیاری کی۔ تنظیمات اور مشروطیت کے نام پر یورپی مقاصد کی تکمیل کے لیے آلۂ کار بنے۔ یورپی ممالک کے سامراجی عزائم کے لیے تمام رکاوٹوں کو دُور کیا۔ اسلامی اقدار و تعلیمات کی بیخ کنی اور خلافتِ عثمانیہ کی تباہی و بربادی میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اُن کے بارے میں سلطان عبدالحمید کے مشاہدات، تجربات اور بیانات قابلِ مطالعہ ہیں۔ دشمنانِ اسلام نے کس طرح ہر ملک میں میر جعفر اور میر صادق کی پرورش اور سرپرستی کی اور انہیں اپنے استعماری مقاصد کی تکمیل کے لیے استعمال کیا۔ اِن منافقین نے چند سکوں کی خاطر سلطنت کی جڑیں کھود دیں۔ عثمانی تاریخ و تہذیب کی شان و شوکت خاک میں ملائی۔ مذہب اور علم بردارانِ مذہب کے خلاف ہر قسم کی ناپاک سازشوں میں حصہ لیا۔ سلطان اپنی ڈائری میں رقم طراز ہیں:

''یہ کتنی عجیب و غریب بات ہے کہ ''جدید عثمانی'' جو یورپ فرار ہو گئے تھے، میرے چچا عبدالعزیز خان کو معزول کر کے منزلِ مراد کو پہنچ گئے۔ عبدالعزیز خان کو معزول کر دیا گیا اور اس کے بعد ہی رُوسی ترک جنگ چھڑ گئی، جس میں

روملی کا نصف حصہ ہاتھ سے نکل گیا اور ترک نوجوانوں نے، جو یورپ کی طرف بھاگ گئے تھے، میری معزولی کے لیے روس کی طرف داری کی اور اُس کا ساتھ دیا اور مجھے معزول کر کے اُنہوں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا۔ پھر وہ عمومی جنگ میں کود پڑے اور عثمانی سلطنت کو تباہ و برباد کر کے چھوڑا۔"

جدید عثمانی اور نوجوان ترک، دونوں جماعتوں نے ترکی ہی میں تعلیم حاصل کی تھی۔ دونوں مغرب پر فریفتہ تھے۔ دونوں کا خیال تھا کہ نجات کی واحد راہ مشروطیت کے نفاذ میں پوشیدہ ہے۔ ہر فریق نے اپنے مقاصد اور آرزوں کی تکمیل کے لیے فوج کے ایک دھڑے کو اپنے ساتھ ملایا اور فوج، جس پر فریقین نے انحصار کیا تھا، اندر سے ٹکڑے ٹکڑے ہو چکی تھی۔

جی ہاں، یہ کیسا عجیب سانحہ ہے کہ دو عظیم حادثات کے بعد بھی زندہ ہوں۔ میں نے صبر واستقامت سے وہ کام کیا جو میرے چچا غصہ وغضب سے نہ کر سکے۔ میں نے عفو و درگزر کی پالیسی اپنائی، جبکہ میرے چچا انتقام و مواخذہ کے طریقے کے ذریعے کامیاب نہ ہو سکے۔

اس سے بھی زیادہ عجیب وغریب بات یہ ہے کہ جدید عثمانی اور نوجوان ترک سب مل کر اُن بڑی طاقتوں کی ہم نوائی کر رہے تھے جو سلطنت عظمانیہ کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتی تھیں۔ یہی نوجوان بڑی طاقتوں کی اُمید اور آرزو تھے کہ اُن کے خاکے میں رنگ بھی نوجوان بھریں گے۔ اس سے سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ ہو جاتا۔ ہم نے دو مرتبہ شکست کھائی، جبکہ ہم نے وہ نافذ کیا جو بڑی طاقتوں کا عزم تھا اور ہم اُن کے اشاروں پر چلے۔ تو کیا اُن لوگوں کی آنکھیں کھل گئیں جو وطن کی بچی کھچی مٹی کی آخری مشت میں زندگی گزار رہے ہیں؟

اگر اللہ چاہے تو سب کچھ ممکن ہے۔

میری اولاد میرے فرزند وہ ہیں جنہوں نے اس وطن میں پرورش پائی ہے۔ انہوں نے اِس عظیم کائنات کی سیاحت کی ہے۔ آخر انہوں نے وہ حقیقت کیوں نہ سمجھی، جسے میں اپنے محل کی چار دیواری میں مقید ہو کر بھی محسوس کر رہا ہوں؟ اُن کے دماغ میں یہ بات کیوں نہ آئی کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اتنی بڑی سلطنت کا بیڑا غرق کر دیا جسے اُن کے آباؤ اجداد کے خون نے سیراب کیا تھا؟

میں کسی کو مجرم نہیں کہتا، لیکن خود انہی لوگوں کا خیال تھا کہ انگریز، فرانسیسی اور رُوسی یہاں تک کہ جرمن اور آسٹریلیائی بھی یعنی تمام بڑی یورپی طاقتیں سلطنتِ عثمانیہ کے حصے بخرے ہو جانے ہی میں اپنا مفاد دیکھتی ہیں۔ یہ سب اس عظیم سلطنت کی دشمن تھیں۔ مشاہدہ بتاتا ہے کہ یہ بڑی طاقتیں باہم گتھم گتھا رہتی تھیں، لیکن جب عثمانیوں سے جنگ کرنے کا معاملہ ہوتا تو جلد ہی یہ سب متفق ہو جاتی اور ایک دوسری کی حلیف بن جاتی تھیں۔ ان کے درمیان نااتفاقی صرف اس بات میں پائی جاتی تھی کہ سلطنت عثمانیہ کے سب سے بڑے حصے کا مالک کون ہوگا؟

کیا ترک نوجوان اِن طاقتوں کی باہمی امداد اور معاونت کا راز نہیں سمجھ سکے؟ میں نے پہلے بھی کہا ہے اور آئندہ بھی کہوں گا۔ ماضی میں بھی صراحت کی ہے اور مستقبل میں بھی کروں گا کہ اِن نوجوانوں نے یہ نہیں سوچا کہ عثمانی سلطنت مختلف قومیتوں کا گہوارہ ہے، اور اس طرح کی سلطنت میں مشروطیت کی تحریک ملک کے اصلی اور بنیادی عنصر کے حق میں پیامِ موت ثابت ہو گی۔ کیا انگریزوں کی پارلیمنٹ میں کوئی ایک بھی ہندوستانی، افریقی یا مصری نمائندہ شریک ہے؟ اور کیا فرانس کی پارلیمنٹ میں کوئی ایک الجزائری نمائندہ موجود ہے؟ یہ نوجوان عثمانی پارلیمنٹ میں روم، آرمینیا، بلغاریہ، سرب اور عرب سے سارے خطوں کے نمائندوں کی موجودگی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

نہیں، ہرگز نہیں، میں اُس فرزند وطن کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں دے سکتا تھا جس نے تعلیم حاصل کی، غور و تدبر کیا اور وطن کے قضیے کے لیے اپنے کو وقف کر دیا۔ میں کہتا ہوں کہ بڑی سادگی سے یہ دھوکا کھا گئے۔ یہ نوجوان فریب خوردہ ہیں، لیکن وہ لاکھوں اور کروڑوں معزز ابنائے وطن جو فریب خوردہ نہیں ہیں، انہوں نے بڑی قیمت ادا کی۔ اُن میں سے اکثر قتل کر دیئے گئے اور تباہ و برباد کر دیئے گئے۔

یہ لوگ جنہوں نے اپنے آپ کو "نوجوان ترک" کہا ہے، اصل میں تین یا پانچ اشخاص تھے۔ انہوں نے یورپ میں رہ کر برسوں تک میرے خلاف کام کیا، سازشیں کیں، منصوبے بنائے اور تحریر و تصنیف کے میدان میں زہر اُگلتے رہے۔ یہ سب انہوں نے کیا، مگر یہ نہ سوچا کہ میرے خلاف سازش کرنے کا مطلب وطن کے خلاف سازش کرنا ہے۔ یہ جو اخبارات نکالتے تھے، وہ غیر ملکی ڈاک سے ملک میں آتے تھے اور غیر ملکیوں ہی کے ذریعے یہاں تقسیم ہوتے تھے۔ کئی سال گزر گئے، مگر اس کے کوئی خاص مفید اثرات ظاہر نہ ہوئے، کیونکہ وہ ایسی سرگرمیاں نہ تھیں جو مفید اور نفع بخش افکار وخیالات کی پیداوار ہوں۔

اس کے باوجود میرے اِن سے مراسم تھے۔ میں ان کے اخبارات کی خریداری کے بہانے ان کی بھاری امداد کر دیا کرتا تھا، تاکہ بیرونِ ملک افلاس کے سبب کسی مصیبت کا شکار نہ ہوں، اور اس حقیقت سے صرفِ نظر کر لیتا تھا کہ بعض اشخاص مملکت میں (خرابی کے لئے) رقمیں بھیجتے ہیں، تاکہ وہ غیر ملکیوں کے آلۂ کار بنیں۔ میں کہا کرتا تھا کہ ان نوجوانوں کا میری مخالفت کرنا اگرچہ غلط ہے، مگر اسے شرافت کے دائرے میں ہونا چاہیے۔

مصر و یورپ سے مختلف ناموں سے نکلنے والے تمام اخبارات نے اور ان ملکوں میں گھومنے والے "انجمن اتحاد و ترقی" کے افراد نے ایک بھی ماہر صحافی اور قلم کار پیدا نہیں کیا، لیکن فری میسن کی انجمنوں نے ہمارے تعاقب کے باوجود اِن بے راہ رو قلم پکڑنے والوں کو ہیرو بنا کر پیش کیا، جبکہ انہوں نے "اتحادی و ترقی" کے رُکن افسروں کو تحریک دی۔ یہ ہے داستان نوجوان ترکوں اور انجمن اتحاد و ترقی کی۔ جی ہاں! یہی داستان ہے، یہی حکایت ہے، لیکن آج افسوس کے ساتھ اپنی آنکھوں کے سامنے اُن کے نتائج کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ لوگ کہیں گے، تم سب کچھ جانتے تھے، مگر ان کو روکا نہیں۔ آخر سلطنت کے زوال اور اُس کی بربادی سے تم نے آنکھیں کیوں بند کر لیں؟ ہرگز نہیں، معاملہ ایسا نہیں تھا۔ معاملہ آنکھیں بند کرنے کا نہیں تھا۔ میں ہر لحہ بیدار تھا، مگر ان کو روکنے کی استطاعت مجھ میں نہیں تھی۔ میں تنہا تھا اور اُن کے ساتھ دشمنوں کی یہ پوری دنیا تھی۔ میرا مزاج اور میرے حالات کچھ کام نہ آ سکتے تھے۔

میرے دوست طعنہ دیتے ہیں کہ میں آرام پسند اور کاہل ہوں، اور دشمن کہتے ہیں کہ میں ظالم اور غدار ہوں۔ دونوں باتیں غلط ہیں۔ نہ میں سلطان سلیم اول ہوں اور نہ سلطان سلیم اول کا ملک اور اُس کی سلطنت میرے زیر نگیں ہے...... جو کچھ میرے بس میں تھا، میں نے کیا۔ اگر سلطان سلیم اول میرے دَور میں ہوتے تو ممکن تھا کہ وہ بھی وہی کرتے جو میں نے کیا ہے۔ میں نے اپنا فرض پورا کیا، نیک اور مفید کام کے لیے سعی و جہد کی۔ کوشش کی کہ باشندگانِ ملک کو نقصان نہ پہنچے۔ ہر جگہ خون ریزی کی میں نے مخالفت کی، لیکن میری تمام کوشش بے سُود رہی۔ میں نے نوجوان ترکوں کے ساتھ شفقت کا معاملہ نہیں کیا۔ میرے ملک نے اِن ترک نوجوانوں کی غفلت کی بہت بڑی قیمت ادا کی۔ یہ ایسی غفلت ہے جسے معاف نہیں کیا جاسکتا، اور یہ واقعہ رونما ہو چکا۔"

یہ سلطان عبدالحمید ثانی کی ڈائری کے چند اوراق کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔ ان کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حقائق کس قدر مختلف ہیں اور کس طرح اُن کے دشمنوں نے توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے اور بعدازاں اتاترک کے حلیفوں نے انہیں بغیر تحقیق کے قبول کر لیا ہے۔

(جاری ہے)

ہماری سیاسی تاریخ کا المیہ

محمد سمیع

ہماری سیاسی تاریخ کا یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ جو بھی اقتدار میں آیا وہ خود سے کبھی واپس نہیں گیا۔ استعفاء دینے کی روایت ہمارے ہاں ہے ہی نہیں۔ ساری دنیا میں یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی سیاستدان کے خلاف کوئی اسکینڈل سامنے آجائے یا کسی وجہ سے اس کی نااہلی ثابت ہوجائے تو از خود استعفاء دے کر اقتدار سے الگ ہوجاتا ہے۔ ہمارے ہاں بڑے بڑے ٹرین حادثے ہوئے، لیکن ہمارے کسی ریلوے کے وزیر نے استعفاء نہیں دیا۔ البتہ اس میں صرف ایک استثنیٰ ہے اور وہ صاحبزادہ فخر امام کا ہے۔ انہوں نے اپنی وزارت سے محض اس لیے استعفاء دے دیا تھا کہ وزارت میں رہتے ہوئے بھی انہیں ایک مقامی ادارے کے انتخاب میں شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ جب وزیروں کا یہ حال ہے کہ وہ کسی صورت استعفاء دینے کے لیے تیار نہیں ہوتے تو صدر اور وزیراعظم کو کیا پڑی ہے کہ وہ از خود مستعفی ہوں۔ صدر ایوب نے بھی اقتدار اس وقت چھوڑا جب اُن کے خلاف زبردست عوامی تحریک شروع ہوئی۔ انہوں نے اس موقع پر اپنی صدارت سے علیحدگی کا جو جواز پیش کیا تھا وہ یہ تھا کہ جب قومی فیصلے سڑکوں اور گلیوں میں ہونے لگیں تو میرا اقتدار میں رہنے کا کوئی جواز نہیں۔ یحییٰ خان نے ملک کی تقسیم گوارا کر لی، لیکن حکومت کی کرسی چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوئے۔ ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف عوامی تحریک چلی تو انہوں نے اپنی کرسی کے ہتھے پر ہاتھ مار کر کہا تھا کہ میں کمزور ہوسکتا ہوں لیکن میری کرسی نہیں۔ ضیاء الحق نے کہا تھا کہ میری زندگی میں کبھی جماعتی بنیادوں پر انتخاب نہیں ہوسکتے اور انہوں نے آخری دم تک وردی زیب تن کیے رکھی تاکہ ان کا اقتدار محفوظ رہے۔ وہ تو اللہ کو ہی کچھ اور منظور تھا۔

ہماری سیاسی روایت سے ہٹ کر صدر پرویز مشرف از خود کیسے صدارت سے الگ ہوسکتے ہیں۔ اس طرح تو پاکستان کی سیاسی تاریخ میں انقلاب برپا ہوجائے گا۔ حالانکہ قوم کی جانب سے آج ان پر صدارت سے علیحدگی کا جتنا دباؤ ہے اتنا تو اب تک پاکستان کے کسی صدر یا وزیراعظم پر نہیں رہا۔ سیاستدانوں کو تو خیر جانے ہی دیجئے کیونکہ ان کا یہ مطالبہ کہ صدر پرویز مشرف صدارت سے الگ ہوجائیں قابل فہم ہے۔ معاشرے کا کون سا ایسا طبقہ ہے جو یہ نہ چاہتا ہو کہ صدر استعفاء دے دیں، سوائے ان کے حمایتی سیاستدانوں اور ان کے اپنے چہیتے بھائیوں کے۔ کسی بھی معاشرے میں وکلاء کا شمار ایک ممتاز طبقے سے ہوتا ہے۔ پاکستان کی عدلیہ کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ عدلیہ کے ان افراد کے جن کی تعداد کا شمار ممکن نہیں، ججوں سمیت وکلاء برادری نے ان کے خلاف علم بغاوت بلند کیا ہوا ہے۔ خود فوج کے سینئر ریٹائرڈ جرنلوں نے اپنی تنظیم کے پلیٹ فارم سے ان سے استعفاء کا مطالبہ کیا ہے۔ الیکشن سے قبل ملک کے ممتاز علماء کی طرف سے ایک مشترکہ بیان سامنے آیا اور انہوں نے بھی صدر مملکت کو یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ مستعفی ہوجائیں۔ رہ گئے عوام کالانعام، تو مہنگائی نے ان کا بھرکس نکالا ہوا ہے اور ذخیرہ اندوزوں کی جانب سے زندگی کی بنیادی ضروریات کے غائب کردیے جانے کے نتیجے میں ان کی زندگی دشوار ہورہی ہے۔ اب مہنگائی کی نئی قسط آئی ہے، جس سے زندگی کا بوجھ سہارنا اور مشکل ہوجائے گا۔ ایسے میں یہ کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ صدر پرویز مشرف کے حمایتی ہوں گے۔ لیکن اس کے باوجود ان کی ''میں نہ مانوں'' کی رٹ جاری ہے۔ حالانکہ وہ خاصے سمجھدار آدمی ہے۔ ملک کی موجودہ صورتحال سے ان سے زیادہ کون واقف ہوسکتا ہے خواہ وہ اپنے بیانات کے ذریعہ سنگینی کے غبارے سے لاکھ ہوا نکالنے کی کوشش کریں۔ انتخابات کے بعد مشرف کی حامی اور حلیف قوتوں کو جس صورتحال کا سامنا کرنا پڑا ہے وہ صدر کے نامنصفانہ اور ظالمانہ اقدامات اور سیکولر پالیسیوں پر عدم اعتماد ہے۔ اِس سے یہ بھی واضح ہوگیا ہے کہ صدر کی ''مقبولیت'' کا حقیقی گراف کیا ہے۔ اِسی لئے تو آج چہار جانب سے اُن سے مستعفی ہونے کا مطالبہ اور مواخذے کی صدائیں زور پکڑ رہی ہیں۔ صدر کی واحد امید امریکہ ہے۔ لیکن انہوں نے تو کل ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ لگایا تھا۔ اگر واقعی سب سے پہلے پاکستان اُن کے پیش نظر ہے، تو انہیں ''سب سے پہلے اپنی ذات، سب سے پہلے اپنا اقتدار، سب سے پہلے اپنا بچاؤ'' سے جان چھڑوانا ہوگی۔ امریکیوں سے تحفظ اقتدار کی بھیک مانگنے سے احتراز کرنا ہوگا۔ جب پورا پاکستان اُن سے اقتدار چھوڑنے کا مطالبہ کر رہا ہے تو اُن کا فرض ہے ''سب سے پہلے پاکستان'' کا عملی مظاہرہ کریں اور ہم وطنوں کے مطالبہ کو تسلیم کرتے ہوئے اقتدار سے الگ ہوجائیں، بصورت دیگر اگر خدانخواستہ ان کی ضد کے نتیجے میں وطن عزیز کو کوئی نقصان پہنچا تو لوگ اس نتیجے پر پہنچنے پر مجبور ہوں گے کہ ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ محض نعرہ تھا، حقیقت ''سب سے پہلے میں'' تھی۔ مملکت خداداد پاکستان کو حکمرانوں کی ضد نے جتنا نقصان پہنچایا ہے، وہ اس سے زیادہ کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ وقت ان کی جانب سے فوری مثبت فیصلے کا متقاضی ہے۔ تاخیر کی اب کوئی گنجائش نظر نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ وطن عزیز کو شاد آباد رکھے۔ وطن ہے تو حکمران بھی ہیں اور ان کی حکمرانی بھی۔ اللہ تعالیٰ نے انگریزوں کی سو سالہ غلامی سے نجات ہمیں پاکستان کی صورت میں دی۔ یہ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ ہی کی امانت بھی ہے اور اس کی ایک عظیم نعمت بھی۔ نعمت کی ناقدری کفران نعمت کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم سب کو اکیلے اکیلے پیش ہونا ہے اور وہاں ہماری یہ معذرت کسی کام نہیں آئے گا کہ یہ فعل مجھ سے اپنے خوشامدیوں کے غلط مشوروں کی بناء پر سرزد ہوا تھا۔

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ نقیب اسرہ پھالیہ ڈاکٹر مشتاق احمد کی والدہ اور بھابھی قضائے الٰہی سے وفات پاگئیں

☆ حلقہ گوجرانوالہ کے ناظم بیت المال محمد یوسف بٹ کی بڑی ہمشیرہ اور بھابھی کا انتقال ہوگیا

☆ حلقہ گوجرانوالہ کے ملتزم رفیق پاشا ہارون برکی اور فتح داد خان برکی کے ماموں انتقال فرماگئے

☆ اسرہ نارووال کے ملتزم رفیق ولی محمد قضائے الٰہی سے وفات پاگئے

☆ حلقہ گوجرانوالہ کے ناظم تربیت خادم حسین کی بھابی اور بڑے بیٹے کے سُسر قضائے الٰہی سے وفات پاگئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ رفقائے تنظیم اسلامی، قارئین اور احباب سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

مینار سے نیچے اتر آؤ!

حامد میر

کچھ لوگ صرف اپنے آپ کو دانا اور باقی سب کو احمق سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ ہر وقت اپنے متعلق سوچتے ہیں اور خود کو ہر وقت آسمان کی بلندیوں پر محسوس کرتے ہیں۔ یہ لوگ خود ساختہ دانائی کے مینار پر چڑھے رہتے ہیں اور اس وقت تک نیچے نہیں آتے جب تک ان کی اپنی انا کا مینار زمین بوس ہو کر صفحۂ ہستی سے نہیں مٹتا۔ ہر ایک سے لڑنے، اصولوں کو جوتوں کی نوک پر رکھنے، ذاتی مفاد کے لئے دوستوں سے دغا اور دشمنوں سے سودے بازی کرنے والے یہ لوگ اپنی کج فہمی اور کم بصیرتی کی وجہ سے یہ سمجھ نہیں پاتے کہ ان کی ذات خلق خدا کی دل آزاری، انتشار اور تخریب کا باعث بن جاتی ہے۔ وہ اپنی اصلاح کی بجائے ہمیشہ دوسروں کو "اوقات میں رہنے" کی دھمکی دیتے ہیں۔ ایسے لوگ بولتے بہت ہیں۔ اپنی ذات سے محبت میں گرفتار یہ لوگ اگر بولنا کم کر دیں تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ وہ دانائی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

ایسے لوگ اپنے مخالفین کی طاقت میں اضافہ ہوتا دیکھ کر وقتی طور پر خاموشی اختیار کرتے ہیں اور موقع ملتے ہی دوبارہ وار کر دیتے ہیں۔ اگر آپ اپنے ارد گرد نظر دوڑائیں تو آپ کو ایسے کئی زہریلے کردار نظر آئیں گے جن سے شریف اور معصوم لوگ ہمیشہ خطرہ محسوس کرتے ہیں۔ اس قسم کے لوگوں کو کسی قوم کا لیڈر بنا کر دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس قوم کو اس کے گناہوں کی سزا دی جاتی ہے۔ یہ مسیحا نما لوگ نجات دہندہ بن کر آتے ہیں اور پوری قوم کو قرض دہندہ بنا جاتے ہیں۔ دیکھنے میں بہت سخت جان اور طاقتور دکھائی دینے والے یہ لوگ اندر سے بڑے کمزور اور نازک ہوتے ہیں، جب شیشے میں اپنا چہرہ دیکھتے ہیں تو غصے میں آکر شیشہ توڑ ڈالتے ہیں۔ اپنے چہرے کی خرابی کو ٹھیک کرنے کی بجائے خرابی کی نشاندہی کرنے والوں کو ملک دشمن اور سماج دشمن قرار دے کر منظر سے ہٹانے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔ دوسروں کو منظر سے ہٹانے کے لئے سازشیں کرتے رہنے والے یہ لوگ آخر کار جب خود منظر سے ہٹتے ہیں تو عبرت کی مثال بن جاتے ہیں۔ ان کی شہرت، طاقت، انا اور خود ساختہ دانائی کا مینار جب زمین پر گرتا ہے تو بہت تباہی آتی ہے۔

جس قوم پر فرعون اور نمرود جیسے لوگ مسلط ہو جائیں اس قوم کو اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہیے، جس قوم کا اپنا کردار ختم ہو جائے اس پر بدکردار حکمران مسلط ہو جاتے ہیں، جو قوم خود فرقوں اور گروپ میں بٹ جائے اسے اندر اور باہر سے غلام بنانا آسان ہوتا ہے۔ یہ قوم لاقانونیت، ناانصافی، بھوک، بیماری اور جہالت سے اس وقت تک نجات نہیں پا سکتی جب تک قوم کے اندر اتحاد پیدا نہ ہو۔ 18 فروری 2008ء کے انتخابات کے بعد گروہ در گروہ تقسیم شدہ پاکستانی قوم میں اتحاد و اتفاق کی ایک نئی امنگ نظر آ رہی ہے۔ سیاستدان اپنے ذاتی اختلافات کو پس پشت ڈال کر قومی مفاد میں ایک دوسرے کے ساتھ ہاتھ ملا رہے ہیں۔ ذرا سوچئے! ایک دہائی پہلے پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) ایک دوسرے کے بارے میں کیا زبان استعمال کیا کرتے تھے؟ ایک دہائی کے بعد اہم سیاسی و آئینی مسائل کے حل کے لئے دونوں جماعتوں کی قیادت نے جس بالغ نظری کے ساتھ ایک دوسرے سے دوستی کے عہد و پیمان کئے ہیں ان کا چرچا پوری دنیا میں ہے۔ صرف ایک سال پہلے متحدہ قومی موومنٹ اور پیپلز پارٹی ایک دوسرے کے خلاف اقدام قتل کے مقدمات درج کروا رہے تھے۔ ایک سال کے بعد دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے ساتھ مفاہمت کے راستے تلاش کر رہی ہیں۔ ایک ماہ پہلے تک جمعیت علمائے اسلام کے رہنما مولانا فضل الرحمان کی طرف سے پیپلز پارٹی کو سامراج کا آلہ کار قرار دیا جا رہا تھا اور ایک ماہ کے بعد مولانا صاحب قومی اتفاق رائے کے لئے پیپلز پارٹی کے ساتھ تعاون کے لئے تیار ہیں۔

مہینوں اور ہفتوں میں آنے والی یہ تبدیلی بہت خوش آئند ہے، لیکن اس تبدیلی کو ایک فیصلہ کن مرحلے تک پہنچانے کے لئے جس عزم، حوصلے، استقامت اور کردار کی مضبوطی کی ضرورت ہے، بدقسمتی سے اس کا فقدان نظر آ رہا ہے۔ خود ساختہ دانائی کے مینار پر کوئی ایک نہیں بلکہ کئی لوگ چڑھے بیٹھے ہیں۔ ہر کوئی سمجھتا ہے کہ قوم کا اصل مسیحا وہی ہے۔ سیاستدان ایک دوسرے کے ساتھ ہاتھ تو ملا رہے ہیں اور وعدے بھی کر رہے ہیں، لیکن عمل نظر نہیں آ رہا۔ پیپلز پارٹی نظام بدلنے کی بات کرتی ہے، لیکن ابھی تک وزارت عظمیٰ کے امیدوار کا فیصلہ نہیں کر پائی۔ مسلم لیگ (ن) کے ساتھ اتحاد کا فیصلہ ہو چکا لیکن ججوں کی بحالی کے طریقہ کار پر دونوں جماعتوں کے اختلافات کئی دن گزرنے کے باوجود ختم نہیں ہو سکے۔ مسلم لیگ (ن) کہتی ہے کہ وہ مرکز میں پیپلز پارٹی کی حمایت کرے گی لیکن مرکزی کابینہ میں شامل نہیں ہو گی کیونکہ مسلم لیگ (ن) کے وزراء کو پرویز مشرف سے حلف لینا گوارا نہیں۔ سمجھ نہیں آتی کہ مسلم لیگ (ن) پنجاب میں پرویز مشرف کے نامزد کردہ گورنر سے حلف لے کر حکومت بنانے کے لئے تیار ہے، لیکن مرکز میں پرویز مشرف سے حلف لینے کے لئے تیار نہیں۔ یہ وہ رویے ہیں، جن کے باعث کئی خدشات جنم لے رہے ہیں۔ وہ مسلم لیگ (ق) جو 18 فروری کے انتخابی نتائج کے بعد کئی دن تک منظر سے غائب رہی اب اس مسلم لیگ (ق) کے قائدین آرمی ہاؤس راولپنڈی میں مقیم پرویز مشرف کے ساتھ مسلسل ملاقاتیں کر رہے ہیں۔ ان ملاقاتوں کے نتیجے میں مسلم لیگ (ق) کے ٹکٹ پر بلوچستان سے کامیابی حاصل کرنے والے ذوالفقار مگسی کو صوبے کا گورنر بنایا جا چکا ہے۔ ذوالفقار مگسی کو گورنر بنانے کا مقصد بلوچستان میں مسلم لیگ (ق) کے اندر گروہ بندی کا خاتمہ اور اتفاق رائے کی حکومت بنانا ہے۔ پرویز مشرف نے بلوچستان میں گورنر کی تقرری کے ذریعے واضح کر دیا ہے کہ وہ مسلم لیگ (ق) کی پشت پر کھڑے ہیں۔

مسلم لیگ (ق) کی قیادت نے اسلام آباد میں دوبارہ اکٹھے ہو کر پرویز مشرف کی حمایت کا اعلان کر دیا ہے۔ مسلم لیگ (ق) کے نئے حوصلے کی اصل بنیاد مشرف مخالف جماعتوں کے کمزور رویے اور اختلافات ہیں۔ ان جماعتوں کے اندر ایسے کئی لوگ موجود ہیں، جو خود ساختہ دانائی کے میناروں سے نیچے آنے کے لئے تیار نہیں، یہ لوگ مسیحائی کے دعوے تو کر رہے ہیں لیکن اپنی جگ ہنسائی کا باعث بنیں گے۔ بہتر ہو گا کہ یہ جعلی مسیحا خود ساختہ دانائی کے میناروں سے نیچے اتر آئیں اور زمینی حقائق کو سمجھ لیں ورنہ مینار بھی گر جائیں گے اور یہ خود بھی تباہ ہو جائیں گے۔

(بشکریہ روزنامہ "جنگ")

تنظیم اسلامی چکلالہ کے زیر اہتمام شب بیداری

تنظیم اسلامی چکلالہ (راولپنڈی) کے زیر اہتمام 26 جنوری 2008ء کو جامع مسجد گلزار قائد میں شب بیداری منعقد کی گئی۔ جس کا آغاز نمازِ مغرب کے بعد درسِ قرآن سے ہوا۔ جناب عبداللہ نے ''اتباعِ رسول ﷺ کے تقاضے'' کے عنوان سے سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 21 کی روشنی میں گفتگو کی۔ نمازِ عشاء کے بعد قاری محمد ندیم نے نماز کے فرائض اور واجبات بیان کیے۔ اس کے بعد کھانے کا اہتمام کیا گیا۔ کھانے کے بعد جناب نیاز اللہ نے ''نظم جماعت کی پابندی اور رخصت کے معاملے'' پر سورہ النور کے آخری رکوع کی روشنی میں ورکشاپ کرائی۔ سونے سے پہلے اُسرے کی سطح پر اذکار مسنونہ کا اہتمام کیا گیا۔ صبح سوا چار بجے تمام رفقاء کو جگایا گیا۔ نمازِ تہجد کے بعد پانچ بجے تک انفرادی ذکر و اذکار کا موقع دیا گیا۔ پانچ بجے سے پونے چھ بجے تک بعض مسنون دعائیں اور قرآن پاک کی آخری پانچ سورتیں اُسرے کی سطح پر یاد کرائی گئیں۔ نمازِ فجر کے بعد قاری ندیم نے تجوید کے حوالے سے مدّ اصلی کی پہچان کروائی۔ نمازِ اشراق کے بعد مقامی امیر تنظیم نے مختصر اً دعوتی سرگرمیوں کا جائزہ لیا۔ ناشتے کے بعد جناب محمد اسعد نے بڑے دلنشین انداز میں ''فرائض دینی کا جامع تصور'' کے موضوع پر مذاکرہ کرایا۔ آخر میں شرکاء سے تجاویز اور مشورے لینے کے بعد گیارہ بجے پروگرام اختتام کو پہنچا۔ (رپورٹ: محمد وسیم اقبال)

تنظیم اسلامی نیو ملتان کے زیر اہتمام فہم دین پروگرام

10 فروری 2008ء کو تنظیم اسلامی نیو ملتان کے زیر اہتمام فہم دین پروگرام منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز صبح دس بجے رفقاء و احباب کے باہمی تعارف سے ہوا۔ اس پروگرام میں نیو ملتان تنظیم کے چھ رفقاء اور ان کے زیر دعوت احباب شریک ہوئے۔ مقامی امیر تنظیم انجینئر محمد عطاء اللہ خان نے مقرر کی ذمہ داری انجام دی۔ آپ نے پہلے گھنٹے میں دین و مذہب کا فرق اور فرائض دینی کا جامع تصور بڑے سہل اور سادہ انداز میں شرکاء کے سامنے رکھا۔ اس کے بعد چائے کا وقفہ ہوا۔ وقفے کے دوران بیان کردہ موضوعات پر سوال و جواب جاری رہے۔ وقفے کے بعد شرکاء کے سامنے اسلامی نظم جماعت میں بیعت کی ضرورت و اہمیت کو واضح کیا گیا۔ اس لیکچر کے بعد نمازِ ظہر ادا کی گئی۔ ظہر کی نماز کے بعد فہم دین پروگرام کا آخری لیکچر منہج انقلاب نبوی ﷺ کے موضوع پر ہوا۔ آخر میں شرکاء کو کھانا دیا گیا۔ کھانے کے دوران رفقاء و احباب کو ہدایت کی گئی کہ وہ رخصت ہونے سے پہلے اس پروگرام کے بارے میں اپنے تاثرات رجسٹر میں درج فرمائیں۔ چنانچہ احباب نے اپنے تاثرات رجسٹر میں درج کیے۔ انہوں نے اس پروگرام کو بہت مفید قرار دیا اور مستقبل میں ایسے پروگراموں کے مسلسل انعقاد کو یقینی بنانے کا مشورہ دیا۔ (رپورٹ: سید حامد اللہ)

تنظیم اسلامی نیو ملتان کے زیر اہتمام ماہانہ شب بیداری پروگرام

16 فروری 2008ء کو تنظیم اسلامی نیو ملتان کے زیر اہتمام ماہانہ شب بیداری کا پروگرام ہوا۔ یہ پروگرام نمازِ مغرب کے بعد شروع ہوا۔ حلقہ جنوبی پنجاب کے ناظم دعوت محترم سلیم اختر نے درسِ قرآن دیا۔ بعد ازاں قاری حفیظ الرحمٰن نے درسِ حدیث دیا۔ انہوں نے فرمانِ نبویؐ کی روشنی میں صراطِ مستقیم کی وضاحت کی۔ اس کے بعد نمازِ عشاء ادا کی گئی۔ بعد ازاں حافظ مجاہد امین نے سیرت صحابہؓ کے موضوع پر گفتگو کی۔ حالاتِ حاضرہ پر مختصر تبصرہ راقم الحروف نے کیا۔ پروگرام کے آخر میں بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا درسِ قرآن بذریعہ ویڈیو شرکاء کو دکھایا گیا۔ جس کا موضوع تھا، نورِ ایمان کے اجزاء ترکیبی: نورِ فطرت اور نورِ وحی۔ پروگرام کے اختتام پر شرکاء کو کھانا پیش کیا گیا۔ چند رفقاء نے مسجد الھدیٰ میں رات قیام کیا۔ اگلے دن صبح نو تا دس بجے سوال و جواب کی ایک نشست ہوئی، جس میں مقامی امیر تنظیم اسلامی انجینئر محمد عطاء اللہ خان نے رفقاء کی جانب سے پوچھے گئے سوالات کے جوابات دیئے۔ اس کے بعد رفقاء کے لئے بذریعہ ویڈیو بانی تنظیم اسلامی کا درسِ قرآن بعنوان ''حزب اللہ کے اوصاف'' پیش کیا گیا۔ اس پروگرام میں 21 رفقاء شریک ہوئے۔ (رپورٹ: سید حامد اللہ)

بانی تنظیم اسلامی محترم **ڈاکٹر اسرار احمد** مدظلہ

کا

دورۂ صادق آباد و رحیم یار خان

پروگرام کی تفصیل

13 مارچ بروز جمعرات ـــ بعد نمازِ عشاء

جلسۂ عام صادق کلب، صادق آباد

14 مارچ، خطبہ جمعہ ـــ 12:30 بجے

جامع مسجد غلہ منڈی رحیم یار خان

(موضوع: حکمت و احکامِ جمعہ)

14 مارچ ـــ بعد نمازِ عشاء

جلسہ عام، ٹاؤن ہال، رحیم یار خان

برائے رابطہ

سید ذکاء الرحمٰن: 0332-9418526،

عبد الرزاق گجر: 0300-6706232

جرائد 2007ء CD

ماہنامہ **میثاق**، ماہنامہ **حکمت قرآن** اور ہفت روزہ **ندائے خلافت**

کے سال 2007ء کے تمام شمارے ایک ''سی ڈی'' میں دستیاب ہیں

قیمت: 30 روپے (علاوہ ڈاک خرچ☆)

تنظیم اسلامی کے حلقہ جات، مقامی دفاتر اور انجمن ہائے خدام القرآن اپنے آرڈر سے مطلع فرمائیں۔

☆(i) بذریعہ وی پی / منی آرڈر منگوانے والے احباب کو یہ سی ڈی -/110 روپے میں ملے گی۔ منی آرڈر / وی پی فیس -/50 روپے + ڈاک خرچ -/30 روپے + سی ڈی کی قیمت -/30 روپے ٹوٹل -/110 روپے۔

(ii) اس لیے بہتر یہی ہے کہ آپ -/60 روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر یہ سی ڈی طلب فرمائیں یا پھر اپنے قریبی تنظیمی سیل آفس سے حاصل کریں۔

مکتبہ خدام القرآن لاہور

36۔ کے، ماڈل ٹاؤن لاہور فون 3-5869501

email:maktaba@tanzeem.org

ڈنمارک حد سے بڑھ گئے

جب کوئی معاشرہ مذہب واخلاقیات سے عاری ہو جائے، تو اس کا وہی حال ہوتا ہے جو آج ڈنمارک کے معاشرے کا ہے۔ ان پر نام نہاد ''آزادی رائے'' کی حفاظت کرنے کا کچھ ایسا جنون سوار ہوا ہے کہ اب انہیں کسی کے جذبات واحساسات کی پروا نہیں۔ بلکہ الٹا وہ مسلمانوں کے جذبات سے کھیل رہے ہیں۔

ڈنمارک کی قومی اسمبلی کا ایک رکن گیرٹ وائلڈرز ایک ایسی فلم بنوا رہا ہے جن میں نعوذباللہ قرآن پاک کو فاشسٹ کتاب قرار دیا گیا ہے۔ یہ وہی بدباطن آدمی ہے جس نے انٹرنیٹ کی ویب سائٹ، یوٹیوب پر اسلام کے خلاف خرافات بکی تھیں۔ جواباً حکومت پاکستان نے انٹرنیٹ کی سہولت فراہم کرنے والے تمام اداروں کو حکم دیا کہ وہ یوٹیوب دکھانا روک دیں۔

پچھلے دنوں ڈنمارک کے وزیراعظم جان پیٹر نے بدبخت گیرٹ کو متنبہ کیا ہے کہ وہ اپنی فلم جاری نہ کرے کیونکہ یوں اندرون وبیرون ملک ڈنمارکیوں کی جان خطرے میں پڑ سکتی ہے، مگر ضدی گیرٹ باز نہیں آ رہا۔ اس کا کہنا ہے کہ اگر اُسے فلم نشر کرنے کے لیے کوئی براڈ کاسٹر نہ ملا، تو وہ اُسے انٹرنیٹ پر چلا دے گا۔ موصوف کا دعویٰ ہے کہ فلم کے خلاف اگر مسلمانوں نے احتجاج کیا، تو اس سے ثابت ہو جائے گا کہ اسلام کو تنقید کا نشانہ بنانا ضروری ہے۔

گیرٹ کی یہ عجیب وغریب منطق سمجھ سے باہر ہے۔ یہ کون سا ظالمانہ طریقہ ہے کہ اسلام اور ہمارے پیارے نبی ﷺ کو رکیک حملوں کا نشانہ بنایا جائے اور مسلمانوں کے احتجاج پر یہ کہا جائے کہ یہ تو دہشت گرد ہیں۔ ڈنمارکیوں کو جان لینا چاہیے کہ مسلمان اپنے مذہب سے انتہائی الفت رکھتے اور حضور اکرم ﷺ کو ہادی وپیشوا مانتے ہیں۔ مسلمان اپنی جان تو قربان کر سکتے ہیں لیکن اپنے ایمان پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔ ماضی میں کئی بار عیسائیوں اور ہندوؤں کو یہ تجربہ ہو چکا ہے کہ جس کسی ناہنجار نے رسول مقبول ﷺ کی شان میں گستاخی کی اُسے جہنم پہنچا دیا گیا۔ اس کے باوجود شہرت کے بھوکے یا آزادی رائے کی دیوی کے پجاری گستاخیوں سے باز نہیں آتے۔ ملعون گیرٹ بھی پولیس کے کڑے پہرے میں زندگی گزار رہا ہے لیکن اپنی جھوٹی انا کو خیرباد کہنے پر تیار نہیں۔ ایسے ہی لوگ اپنی قوم اور ملک کی بدنامی کا باعث بن جاتے ہیں۔

اب ایک اور ڈنمارکی کارروائی کا ماجرا پڑھیے۔ ڈنمارک کے ایک آرٹ گروپ سرینڈ (Surrend) نے خانہ کعبہ کا ایک پوسٹر بنایا اور اس پر انتہائی نازیبا الفاظ لکھ دیے۔ یہ پوسٹر دیگر 22 پوسٹروں کے ساتھ برلن کی ایک آرٹ گیلری میں برائے نمائش پیش کر دیا گیا۔ اس پر جرمنی میں مقیم مسلمانوں نے سخت احتجاج کیا۔ لہٰذا گیلری والوں نے نمائش ختم کر دی۔ ڈنمارک ہی نہیں بیشتر مغربیوں کو یہ بات شاید سمجھ نہیں آ رہی کہ اگر کوئی مسلمان اسلام اور اپنے پیارے نبی ﷺ سے محبت کرتا ہے، تو اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ دہشت گرد ہے۔ لیکن اگر کوئی اس کے جذبات سے کھیلنے کی دانستہ کوشش کرے، تو وہ کبھی چپ نہیں رہے گا۔

اوباما کے خلاف مہم کا ایک ہتھیار: مسلم دشمنی

امریکی صدارتی دوڑ میں شریک ڈیموکریٹک اُمیدوار باراک اوباما کا سوتیلا باپ ایک انڈونیشی مسلمان تھا۔ اسی لیے وہ اپنے نام کے درمیان میں لفظ حسین بھی استعمال کرتا ہے۔ باراک بذات خود مسلمان نہیں لیکن مخالف ریپبلکن پارٹی اس کے اسلامی پس منظر سے ''فائدہ'' اٹھا رہی ہے۔ ان کے حمایتی اخبار کبھی اوباما کو اسلامی کپڑوں میں ملبوس دکھاتے ہیں، کبھی اُسے مسلمان حکمرانوں کے ساتھ ہنستے بولتے دکھایا جاتا ہے۔ یہ اخبار جان بوجھ کر اس کا پورا نام لکھتے ہیں۔

دراصل یہودی ذرائع ابلاغ کے زبردست پروپیگنڈے نے امریکا ہی نہیں پورے مغرب میں مسلمانوں کو دہشت گرد بنا دیا ہے۔ اب ریپبلکن اخبار، ٹی وی نیٹ ورک اور رسالے اسی مسلم دشمنی سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ یاد رہے کہ گو امریکا کی دونوں پارٹیاں مسلمانوں سے خاص لگاؤ نہیں رکھتیں، تاہم روایتی طور پر ریپبلکن پارٹی یہود اور اسرائیل کی حامی چلی آ رہی ہے۔

اسرائیلی فوج 114 جانیں لے کر غزہ سے واپس

غزہ میں اسرائیل کی ریاستی دہشت گردی کے نتیجے میں مزید 21 فلسطینی شہید ہو گئے، جس کے بعد بدھ سے اب تک شہید ہونے والے افراد کی تعداد 114 ہو گئی ہے۔ جن میں بیشتر بچے اور خواتین شامل ہیں۔ جھڑپوں میں دو اسرائیلی بھی جہنم واصل ہوئے۔ اب صیہونی فوج نے واپسی شروع کر دی ہے۔ حماس نے غزہ سے اسرائیلی فوج کی واپسی کو اپنی فتح قرار دیتے ہوئے کہا کہ غزہ میں اسرائیلی فوج کو بدترین شکست ہوئی۔ حماس نے امریکہ پر بھی کڑی تنقید کی اور کہا کہ غزہ میں اسرائیلی فوج کے حملوں میں امریکی انتظامیہ اور علاقائی قوتوں کا تعاون شامل رہا ہے، جس سے 2006ء میں ہونے والی لبنان جنگ کی یاد تازہ ہو گئی ہے۔

اُدھر فلسطینی علاقوں میں یہودی بستیوں کے قیام کے مخالف اسرائیلی وکیل دانیال سیڈیمان نے برطانوی اخبار دی ٹائمز کو یہ بتایا ہے کہ چند یہودی گروپ مشرقی بیت المقدس میں خندقیں کھود رہے ہیں۔ ان کا خفیہ منصوبہ یہ ہے کہ مسجد الاقصیٰ کے نیچے بھی خندقیں کھود دی جائیں۔ ان یہودی گروپوں کا منشا یہ ہے کہ مسجد کے نیچے ہیکل سلیمانی کے کھنڈر دریافت کر لیے جائیں۔

''دہشت گردی'' کے خلاف جنگ اور افغانستان

امریکی حکومت کی ایک رپورٹ میں اقرار کیا گیا ہے کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ نے افغانستان میں پوست کی کاشت بے پناہ بڑھا دی ہے۔ پچھلے سال افغان کسانوں نے اتنی پوست پیدا کی ہے کہ پہلے کبھی اتنی زیادہ دیکھنے کو نہیں ملی۔ فی الوقت افغانستان میں دنیا کی افیون کی بڑی مقدار پیدا ہو رہی ہے۔

افغانستان میں جنوبی علاقوں میں کاشت زیادہ بڑھی ہے جہاں طالبان اثر ورسوخ رکھتے ہیں۔ امریکیوں کا دعویٰ ہے کہ طالبان وسیع پیمانے پر افیون وہیروئن کی کاشت واسمگلنگ میں ملوث ہیں کیونکہ وہ حاصل شدہ رقم سے اسلحہ خریدتے اور اتحادیوں پر حملے کرتے ہیں۔ حالانکہ افیون کی کاشت سی آئی اے کی دلچسپی کا میدان ہے۔ وہی اُس کی سرپرستی کر رہے ہیں، جیسا کہ افغانستان کے پاکستان میں متعین سابق سفیر ملا عبدالسلام ضعیف نے کہا ہے۔

اُدھر اس انکشاف سے برطانیہ میں کھلبلی مچ گئی کہ ملکہ الزبتھ کا 23 سالہ پوتا شہزادہ ہیری محاذ جنگ پر طالبان سے نبرد آزما ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ برطانوی ذرائع ابلاغ اور حکومت میں یہ طے ہوا تھا کہ وہ شہزادہ ہیری کے سلسلے میں خبر جاری نہیں کریں گے مگر پچھلے ہفتے انٹرنیٹ پر یہ اطلاع عام ہو گئی۔ اب برطانوی حکومت نے شہزادے کو واپس بلا لیا ہے، کیونکہ طالبان مجاہدین اُسے خاص طور پر نشانہ بنا سکتے ہیں۔

کوالالمپور میں حلال مصنوعات کی پانچویں نمائش

ملائیشیا کی حلال مصنوعات کی پانچویں نمائش 2 سے 11 مئی تک کوالالمپور میں منعقد ہو گی۔ ٹریڈ ڈویلپمنٹ اتھارٹی آف پاکستان (ٹی ڈی اے پی) کے ذرائع کے مطابق اس نمائش سے دنیا بھر میں حلال مصنوعات کی برآمدات میں اضافے کے لئے پاکستانی برآمد کنندگان کو بہترین موقع میسر آئے گا۔ ادھر تجزیہ نگاروں نے کہا ہے کہ دنیا بھر میں اس وقت مسلمان ممالک کی تیار کردہ حلال مصنوعات کی طلب مسلسل بڑھ رہی ہے اور کوالالمپور میں منعقد ہونے والی اس نمائش میں مختلف ممالک سے خریدار شرکت کریں گے جبکہ تمام مسلمان ممالک کے برآمد کنندگان نمائش میں اپنی اپنی تیار کردہ مصنوعات کی فروخت کے لئے خصوصی سٹالز لگائیں گے۔

numerous essays on strategy for military journals and U.S. foreign policy." (Ibid)

It is worth noting that secessionist tendencies are not limited to Balochistan. There are separatist groups in Sindh province, which are largely based on opposition to the Punjabi-dominated military regime of General Pervez Musharraf (For Further details see Selig Harrisson, Le Monde diplomatique, October 2006) [5]

"Strong Economic Medicine": Weakening Pakistan's Central Government

Pakistan has a federal structure based on federal provincial transfers. Under a federal fiscal structure, the central government transfers financial resources to the provinces, with a view to supporting provincial based programs. When these transfers are frozen as occurred in Yugoslavia in January 1990, on orders of the IMF, the federal fiscal structure collapses:

"State revenues that should have gone as transfer payments to the republics [of the Yugoslav federation] went instead to service Belgrade's debt ... . The republics were largely left to their own devices. ... The budget cuts requiring the redirection of federal revenues towards debt servicing, were conducive to the suspension of transfer payments by Belgrade to the governments of the Republics and Autonomous Provinces.

In one fell swoop, the reformers had engineered the final collapse of Yugoslavia's federal fiscal structure and mortally wounded its federal political institutions. By cutting the financial arteries between Belgrade and the republics, the reforms fueled secessionist tendencies that fed on economic factors as well as ethnic divisions, virtually ensuring the de facto secession of the republics. (Michel Chossudovsky, The Globalization of Poverty and the New World Order, Second Edition, Global Research, Montreal, 2003, Chapter 17.)

It is by no means accidental that the 2005 National Intelligence Council-CIA report had predicted a "Yugoslav-like fate" for Pakistan pointing to the impacts of "economic mismanagement" as one of the causes of political break-up and balkanization. "Economic mismanagement" is a term used by the Washington based international financial institutions to describe the chaos which results from not fully abiding by the IMF's Structural Adjustment Program. In actual fact, the "economic mismanagement" and chaos is the outcome of IMF-World Bank prescriptions, which invariably trigger hyperinflation and precipitate indebted countries into extreme poverty.

Pakistan has been subjected to the same deadly IMF "economic medicine" as Yugoslavia: In 1999, in the immediate wake of the coup d'Etat which brought General Pervez Musharaf to the helm of the military government, an IMF economic package, which included currency devaluation and drastic austerity measures, was imposed on Pakistan. Pakistan's external debt is of the order of US$40 billion. The IMF's "debt reduction" under the package was conditional upon the sell-off to foreign capital of the most profitable State owned enterprises (including the oil and gas facilities in Balochistan) at rockbottom prices .

Musharaf's Finance Minister was chosen by Wall Street, which is not an unusual practice. The military rulers appointed at Wall Street's behest, a vice-president of Citigroup, Shaukat Aziz, who at the time was head of CitiGroup's Global Private Banking. (See WSWS.org, 30 October 1999). [6] CitiGroup is among the largest commercial foreign banking institutions in Pakistan.

There are obvious similarities in the nature of US covert intelligence operations applied in country after country in different parts of the so-called "developing World". These covert operation, including the organisation of military coups, are often synchronized with the imposition of IMF-World Bank macro-economic reforms. In this regard, Yugoslavia's federal fiscal structure collapsed in 1990 leading to mass poverty and heightened ethnic and social divisions. The US and NATO sp war" launched in mid-1 in coveting Islamic grou channeling covert suppo paramilitary armies in B and Macedonia.

A similar "civil war" sce envisaged for Pakistan by Intelligence Council an From the point of intelligence, which has a experience in abetti "liberation armies", "Gre is to Kosovo w Balochistan" is t Southeastern Balochis Similarly, the KLA is chosen model, to be Balochistan province.

The Assassination of Be

Benazir Bhutto was a Rawalpindi, no o Rawalpindi is a military headquarters of the Pa Forces and Military In Ironically Bhutto was an urban area tightly guarded by the militar country's elite forces. swarming with IS officials, which inva political rallies. Her a not a haphazard event.

Without evidence, q government sources, media in chorus has role of Al-Qaeda, wh on the the possible in ISI.

What these interpr mention is that the play a key role in ove on behalf of US intell reports fail to menti and well documented

1) the ISI maintains CIA. The ISI is virtu of the CIA.

2) Al Qaeda is a cr The ISI provides co Qaeda, acting on intelligence.

The involvement of and/or the ISI woul intelligence was implicated in the ass (http://www.globalr p?context=va&aid=

Vol. 17 Regd. No. LRL -50 No. 10

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Michel Chossudovsky

The Destabilization of Pakistan II

akistan's Oil and Gas reserves

akistan's extensive oil and gas serves, largely located in Balochistan rovince, as well as its pipeline orridors are considered strategic by e Anglo-American alliance, requiring e concurrent militarization of akistani territory.

alochistan comprises more than 40 rcent of Pakistan's land mass, ssesses important reserves of oil and tural gas as well as extensive mineral sources.

e Iran-India pipeline corridor is ted to transit through Balochistan. lochistan also possesses a deap sea t largely financed by China located Gwadar, on the Arabian Sea, not far m the Straits of Hormuz where 30 % the world's daily oil supply moves ship or pipeline. (Asia News.it, 29 cember 2007)

istan has an estimated 25.1 trillion bic feet (Tcf) of proven gas reserves which 19 trillion are located in ochistan. Among foreign oil and contractors in Balochistan are BP, y's ENI, Austria's OMV, and stralia's BHP. It is worth noting that istan's State oil and gas companies, luding PPL which has the largest ke in the Sui oil fields of ochistan are up for privatization der IMF-World Bank supervision.

ording to the Oil and Gas Journal GJ), Pakistan had proven oil rves of 300 million barrels, most of ich are located in Balochistan. Other mates place Balochistan oil reserves n estimated six trillion barrels of oil rves both on-shore and off-shore vironment News Service, 27 ber 2006). [2]

ert Support to Balochistan ratists

chistan's strategic energy reserves a bearing on the separatist agenda. wing a familiar pattern, there are ations that the Baloch insurgency eing supported and abetted by in and the US.

The Balochi national resistance movement dates back to the late 1940s, when Balochistan was invaded by Pakistan. In the current geopolitical context, the separatist movement is in the process of being hijacked by foreign powers.

British intelligence is allegedly providing covert support to Balochistan separatists (which from the outset have been repressed by Pakistan's military). In June 2006, Pakistan's Senate Committee on Defence accused British intelligence of "abetting the insurgency in the province bordering Iran" [Balochistan]..(Press Trust of India, 9 August 2006). Ten British MPs were involved in a closed door session of the Senate Committe on Defence regarding the alleged support of Britain's Secret Service to Balcoh separatists (Ibid).

It would appear that Britain and the US are supporting both sides. The US is providing American F-16 jets to Pakistan, which are being used to bomb Baloch villages in Balochistan. Meanwhile, British alleged covert support (according to the Pakistani by Senate Committee) contributes to weakening the central government.

The stated purpose of US counter-terrorism is to provide covert support as well as as training to "Liberation Armies" ultimately with a view to destabilizing sovereign governments. In Kosovo, the training of the Kosovo Liberation Army (KLA) in the 1990s had been entrusted to a private mercenary company, Military Professional Resources Inc (MPRI), on contract to the Pentagon.

The BLA bears a canny resemblance to Kosovo's KLA, which was financed by the drug trade and supported by the CIA and Germany's Bundes Nachrichten Dienst (BND).

The BLA emerged shortly after the 1999 military coup. It has no tangible links to the Baloch resistance movement, which developed since the late 1940s. An aura of mystery surrounds the leadership of the BLA.

Washington favors the creation of a "Greater Balochistan" which would integrate the Baloch areas of Pakistan with those of Iran and possibly the Southern tip of Afghanistan (See Map above), thereby leading to a process of political fracturing in both Iran and Pakistan.

"The US is using Balochi nationalism for staging an insurgency inside Iran's Sistan-Balochistan province. The 'war on terror' in Afghanistan gives a useful political backdrop for the ascendancy of Balochi militancy" (See Global Research, 6 March 2007). [3]

Military scholar Lieutenant Colonel Ralph Peters writing in the June 2006 issue of The Armed Forces Journal, suggests, in no uncertain terms that Pakistan should be broken up, leading to the formation of a separate country: "Greater Balochistan" or "Free Balochistan". The latter would incorporate the Pakistani and Iranian Baloch provinces into a single political entity.

In turn, according to Peters, Pakistan's North West Frontier Province (NWFP) should be incorporated into Afghanistan "because of its linguistic and ethnic affinity".

Although the map does not officially reflect Pentagon doctrine, it has been used in a training program at NATO's Defense College for senior military officers. This map, as well as other similar maps, have most probably been used at the National War Academy as well as in military planning circles. (See Mahdi D. Nazemroaya, Global Research, 18 November 2006) [4]

"Lieutenant-Colonel Peters was last posted, before he retired to the Office of the Deputy Chief of Staff for Intelligence, within the U.S. Defence Department, and has been one of the Pentagon's foremost authors with